بہترین غزل گو

اثر خامہ

جناب قاضی غلام امیر امیرؔ بدایونی مختار عدالت

لکھنؤ کے قدیم خادم اردو رسالہ الناظر کے انعامی مقابلہ کا یہ مضمون

الناظر بابتہ اکتوبر ۱۹۲۶ء و نومبر ۱۹۲۶ء مین چھپا تھا

اور اب کتابی صورت مین شایع کیا جاتا ہے

باہتمام

حاجی اسحاق علی علوی مالک و مہتمم

الناظر پریس واقع لکھنؤ مین طبع ہوا

بار اوّل — مئی ۱۹۲۷ء — قیمت ۳ر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الناظر جنوری سنہ ۱۹۲۶ء کے انعامی نوٹس میں کچھ ایسی دلکشی ہے کہ اُسنے مجھ ناکارہ کو بھی اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اس عمر میں مقابلہ کا ذوق اور وہ بھی نوجوان انشاپردازوں سے مجھ میں موجود نہیں ہے۔ اور موجود نہ ہونا چاہیے۔ انعام حاصل کرنے کا لالچ بھی مجھ افسردہ دل کو میدان مقابلہ میں نہیں لے جا سکتا تھا۔ اول تو اپنے دل و دماغ کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ اُمید ہی نہیں ہو سکتی کہ میں اس میدان کو جیت سکونگا۔ اور اگر یہ واہمہ پیدا بھی ہو جاتا تو بھی اس گرم موسم میں مشتہرہ رقم انعام میری توجہ کو اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی تھی لیکن آجکل دنیائے شاعری میں انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کی خودروی زبان اردو کو شدید نقصان پہونچا رہی ہے اور میں مدت سے اسے محسوس کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ غزل گوئی اور غزل سرائی پر میری ناچیز تنقید اُن حضرات کی رہنمائی کا باعث ہو۔ اسی خیال سے بحیثیت زبان اردو کے ایک ادنےٰ خادم کے میں نے اس مضمون پر قلم اُٹھانیکی جرأت کی ہے۔

انعامی مضمون کا عنوان یہ ہے:-

عہد میر تقی میر کے بعد سے اسوقت تک غزل گوئی میں کون شاعر سب سے زیادہ کامیاب ہوا ہے۔ اسکے بعد مزید ہدایات اور شرائط لکھے گئے ہیں۔

میر کے بعد سے اِسوقت تک اردو شعرا کی تعداد لاکھون نہین تو ہزارون تک تو
پہونچ چکی ہے۔ تبصرہ نگار کا فرض ہے کہ وہ اُن سب شعرا کے کلام اور حالات سے مطلع
ہوکر اپنی قوت فیصلہ کو کام مین لاوے۔ لیکن ایسی طویل اطلاعات کا بہم پہونچنا ہر شخص
کے واسطے آسان نہین ہے اور کم سے کم مجھ ہیچمدان کی طاقت اور ہمت سے باہر ہے
اسلیے مین حضرت میر کے عہد کے بعد ہی متصل عہد سے ایک شاعر کا انتخاب کرون گا
جس نے اردو غزل گوئی مین کامیابی کا تمغۂ امتیاز حاصل کیا ہے اور رنگ تغزل کو کامیاب
بنا دیا ہے۔ اِس محترم شاعر کا مقابلہ بھی اُسی عہد کے ایک مشہور شاعر سے کیا جائیگا۔
ناقدین کرام مجھے معاف فرمائینگے کہ مین نے اپنی محدود معلومات کی وجہ سے اُنکے
مضمون کے وسیع عنوان کو اپنے اوپر تنگ کر لیا ہے۔

اُردو شاعری اپنے دامن مین بہت سے اصناف سخن کو لیے ہوئے ہے منجملہ اُنکے
غزل بھی ہے۔ غزل گوئی مین یہ آسانی ہے کہ ہر شعر مین جدا جدا مضمون ہوتا ہے
بخلاف قصیدہ، مثنوی اور قطعہ کے کہ ان مین ایک ہی مضمون کو ترتیب کے ساتھ اور
سلسلہ کے ساتھ لکھنا ہوتا ہے۔ لیکن ساتھ ہی اسکے غزل مین یہ دشواری بھی ہے کہ ہر
شعر مین یعنے دو مصرعون مین ایک مضمون کو مکمل اور ختم کرنا پڑتا ہے۔ لغت مین غزل کے
معنی ہین عورتون سے باتین کرنا۔ اصطلاحی معنی مین بھی لغوی معنی کی جھلک موجود ہے
اور غزل کا مایۂ ناز عشق کے پاکیزہ خیالات ہین یعنے وصل و ہجر کی کشمکش، حُسن و عشق کے
معرکے، شمع و پروانہ کا معاملہ، گل و بلبل کا معاشقہ، بہار و خزان کا تصادم، جفا و وفا
کے واردات، گھر کا بن کرنا اور بن کو گھر بنانا، قیس و فرہاد کے کارنامے، لیلیٰ و شیرین کی
بے اعتنائیان، کبھی مرنا اور کبھی جینا، کبھی رونا اور کبھی ہنسنا۔ یہ مختلف اور متضاد خیالات
ہین جن کو سامان غزل کہا جاتا ہے۔ اردو شاعری نے قدم بقدم فارسی شاعری کا

تتبع کیا ہے۔ امیر خسرو یا ولی نے نظم اردو کی بنیاد قائم کی اور پھر میر و سودا نے اُس پر محل
تعمیر کیا۔ سون، سین کی جگہ سے۔ ہمن کو کے بجائے ہمکو لکھے جانے لگے۔ لیکن پھر بھی
مین نے کہا کے موقع پر مین کہا نظم کیا جاتا تھا۔ اِس زمانہ تک نظم اردو مین کافی
اصلاح ہوچکی تھی اور غزل کی شاعری کو چار چاند لگ چکے تھے فارسی اور بھاشا
کا ایک معقول تناسب سے امتزاج ہوکر اردو زبان ایک مستقل حیثیت حاصل
کر چکی تھی۔ اردو زبان اور اردو غزل نے اہل بصیرت کی نظر مین ایک وقیع اور رفیع
درجہ حاصل کر لیا تھا۔ آخر موت وحیات کی کشمکش نے اردو زبان کو ان محسنون کی
سرپرستی سے محروم کر دیا اور وہ اِس نونہال کو دوسرون کے سپرد کرکے عالم فانی سے
رخصت ہوگئے۔ میر جیسے قادر الکلام شاعر کی وفات کے بعد ملک ہند اور بالخصوص
دہلی و لکھنؤ مین بہت سے باکمال نظم اردو اور غزل اردو کی خدمت مین مصروف رہے
جرأت، مصحفی، انشا، ناسخ، آتش، مومن، ذوق، غالب کا نام آج تک اردو غزل کے
ساتھ ساتھ لیا جاتا ہے۔ فن شاعری اُسوقت ایک فن شریف خیال کیا جاتا تھا۔ اُمرا
کی طرف سے اہل کمال کی قدر کی جاتی تھی۔ دربار دہلی اور سرکار لکھنؤ کی داد و دہش
بھی بڑی حد تک ترقی زبان اردو مین مددگار رہی۔ اردو زبان کو اپنے محسنون کا شکریہ
ادا کرتے وقت مرحوم دہلی اور لکھنؤ کو بھی فراموش نہ کرنا چاہیے۔

شیخ محمد رمضان ایک غریب چپراسی کو ۱۲۰۴ھ مین خداوند عالم نے ایک
فرزند عطا فرمایا جسکا نام ابراہیم ہے۔ دنیا مین روزانہ سیکڑون ہزارون بچے پیدا ہوتے
ہین۔ کس کو خبر تھی کہ یہ نومولود عید کا چاند بن کر اہل نظر کو اپنی طرف متوجہ کرے گا
اور شاعری کے افق پر ماہ کامل ہو کر چمکیگا۔ اِسی محترم ہستی نے ملک الشعرا اور خاقانی
ہند کے القاب سے دنیائے شاعری مین شہرت پائی۔ سودا اور میر کے بعد

غزل اردو کو بلند سے بلند درجہ پر پہونچا دیا۔ مشکل سے مشکل مضمون کو اس آسانی سے کہدیا کہ دشوار پسند طبیعتیں آج تک حیران ہیں۔ بندشون مین صفائی کا رنگ دکھایا۔ مشکل اور سخت قوافی کو اس خوبی سے اپنی جگہہ پر بٹھایا کہ تعقید بھی جو ایسے قوافی کے نظم کرنے مین لابدی ہے بھلی معلوم ہونے لگی ضرب الامثال کو نظم کے سانچہ مین ڈھال کر اپنے کمال کو ثابت کیا۔ فارسی ترکیبون سے بھی نظم اردو کو زینت دی عشق و حُسن، درد و محبت، تصوف، فلسفہ قدرت، موت و حیات وغیرہ کے مضامین سے غزل کے چمن کو سجا کر دنیائے شاعری مین سیر و تفریح کا سامان مہیا کر دیا۔ اُس عہد کے ارباب سخن نے قدر و منزلت کی اور آج تک منصف مزاج اعتراف کرتے ہین کہ ملک الشعرا شیخ ابراہیم ذوق اقلیم سخن کا مالک اور غزل اردو کا بادشاہ ہے۔ اُس کے کلام نے کبھی الفاظ کی مناسب نشست و برخاست سے سہل ممتنع کا درجہ حاصل کرلیا ہی، کبھی مضامین کی ندرت سے محال کو ممکن کر دکھایا ہے۔ سودا اور میر کے بعد یہی وہ زبردست شخصیت ہی جس نے نظم اردو مین کامیابی کا افتخار حاصل کرکے غزل کی شاعری کو کامیاب بنا دیا ہی ان دعاوی کی دلائل و براہین خود اُسکا کلام پاکیزہ ہی جو عنقریب ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اس نیک نیت اور باکمال شاعر کے خدمات نے شہرت کے ساتھ شرف قبول بھی حاصل کیا اور اسوقت تک بھی دنیائے شاعری مین کثرت سے اُس خرمن کے خوشہ چین زبان اردو کی خدمت کررہے ہین۔ حاسدین اور متعصبین کبھی اُسکو شیخ رمضان کا بٹیا کہہ کر اپنا دل ٹھنڈا کر لیتے ہین، کبھی خلیفہ یا شیخ جی کہکر مذاق اڑاتے ہین لیکن وہ سمجھ لین کہ خاک اڑانے سے سورج کی روشنی فنا نہین ہوسکتی۔ ذوق کے کمال کا آفتاب ایسے بادلون سے بے نور نہین ہوسکتا۔ عرب کے مشہور شاعر متنبی کو بھی اہل حسد کے اسی قسم کے طعن و تشنیع برداشت کرنا پڑے تھے وہ کوفہ کے ایک بھشتی کا لڑکا تھا۔ لیکن اسکی جوہر آفرین طبیعت نے آخر کار اُسکو معراج کمال پر

پہونچایا۔ اسی طرح چپراسی کا لڑکا خلیفہ یا شیخ جی جو اردو شاعری کے واسطے مایہ ناز ہے، خاقانی ہند ہو کر رہا۔ ذوق نے غزل گوئی مین جو درجہ حاصل کرلیا اُسکا کوئی اور مستحق نہین تھا۔ بقول مولانا آزاد مرحوم ذوق خاتم الشعرا بلکہ خاتم الشعرا ہی۔ قارئین کرام اب اُسکے کلام کے مختلف نمونے ملاحظہ فرمائین۔

---

(۱) ہوا یہ سینہ یک خارزار دشت غم میرا　　کہ آیا پا بجون آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا
(۲) رمیدہ سایہ ہستی سے ہون وہ آہوئے وحشت　　کہ ہر اک کوچہ رم جادہ دشت عدم میرا
(۳) وہ ہون مین گیسوی موج محیط اعظم وحشت　　کہ ہر گھیرے ہوئے روئے زمین کو پیچ وخم میرا
(۴) مری صورت کے معنی ہین نفخت فیہ من روحی　　حدوث بے ثبات اثبات کرتا ہی قدم میرا
(۵) وہ ہون مین رہ نورد شوق سیر کے ساتھ جاتا ہی　　برنگ سایہ مرغ ہوا نقش قدم میرا

ان اشعار مین مضامین کی ندرت اور صفائی کے علاوہ یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہی کہ فارسی ترکیبون کو کس خوبی کے ساتھ اردو نظم مین جگہ دی ہی۔ میرزا غالب کا بھی مطلع جو اسی زمین میں ہے ملاحظہ کے قابل ہی۔

نہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا　　حباب موجہ رفتار ہے نقش قدم میرا

دیوان غالب کے شارحین اس شعر کے معنی مین بھی اختلاف کرتے ہین لیکن مطلب یہ ہی کہ یک بیاباں ماندگی (تھک کر رہ جانا) کی وجہ سے میرا ذوق دشت نوردی کم نہین ہوگا کیونکہ میرا نقش قدم حباب موجہ رفتار ہی۔ میرزا نے ایسے الفاظ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے کہ ہر دماغ بآسانی اسکا لطف حاصل نہین کرسکتا۔ میرزا نے اپنے تھک جانیکے باوجود اپنے نقش قدم کو حباب موجہ رفتار کہہ کر ذوق دشت نوردی کو قائم رکھا ہی۔ لیکن خاقانی ہند کا پانچواں شعر اس تخیل مین کسقدر مکمل ہی۔ اپنے شوق رہ نوردی کو عجیب صورت سے ثابت کیا ہے کہ میرا نقش قدم بھی برنگ سایہ

مرغ ہوا میرے ساتھ جاتا ہے۔ زیادہ تیزروی مین پاؤن کے نشان زمین پر نہین بنتے ہین

لکھیے اُسے خط مین کہ ستم اُٹھ نہین سکتا — پر ضعف سے ہاتھون مین قلم اُٹھ نہین سکتا
آتی ہے صدائے جرسِ ناقۂ لیلیٰ — پر حیف کہ مجنون کا قدم اُٹھ نہین سکتا

مطلع کسقدر لطیف ہے ناتوانی کو کس انداز سے ثابت کیا ہے اور قادرالکلامی کی شان دکھائی ہے۔ دوسرا شعر جس کیفیت کو لیے ہوئے ہے وہ زبان سے ادا نہین ہوسکتی اس کا اندازہ صرف وہی دل کرسکتا ہے جو درد و عشق سے لبریز ہو ۔

حسرت پہ اُس مسافرِ بیکس کی روئیے — جو تھک رہا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

اس قافیہ پر شاہ نصیر کا بھی شعر ہے۔

سر معرکۂ عشق مین آسان نہین جینا — گاڑے ہے جہاں شمع قدم اُٹھ نہین سکتا

شاہ صاحب نے قافیہ کو اچھا بٹھایا ہے لیکن ذوق کا شعر جسقدر بلند ہے وہانتک شاہ صاحب کے فکر کی پرواز نہین ہوسکی۔

(١) اس تپش کا بھی مزہ دل ہی کو حاصل ہوتا — کاش مین عشق مین سرتا بقدم دل ہوتا
(٢) چین پیشانی اگر تیری نہوتی زنجیر — نالہ دیوانہ تھا جو پابہ سلاسل ہوتا
(٣) موت نے کردیا ناچار وگرنہ انسان — ہے وہ خودبین کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا
(٤) آپ آئینۂ ہستی مین ہے تو اپنا حریف — ورنہ یان کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

ہر شعر سامانِ غزل کی بھری پری دوکان ہے۔ سلاست بیان اور لطف زبان نے مضمون کی آب و تاب کو دوبالا کردیا ہے مطلع مین عجیب قسم کی لطافت ہے جسکی تعریف نہین ہوسکتی۔ میرزا غالب فرماتے ہین ـــ

میری قسمت مین غم گر اتنا تھا — دل بھی یارب کئی دیے ہوتے

یہ شعر بھی اپنے اندر بہت کچھ تاثیر رکھتا ہے۔ غالب مجبوری کثرت غم کی وجہ سے

چند دل مانگتا ہے۔ لیکن ذوق تپش عشق کا اہل صرف دل ہی کو سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ع
کاش میں عشق میں سرتا بقدم دل ہوتا۔ دونوں کی تخیل میں ایک نازک فرق ہے اور جو
لوگ شاعری کا مذاق سلیم رکھتے ہیں اُن کی توجہ کے قابل ہے۔

یہ حیات چند روزہ جو نہ سدّ راہ ہوتی — تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

بندش کی لطافت اور مضمون کی بلندی جسقدر خراج تحسین وصول کرے
کم ہے۔

ساتھ آہ کے شب دل سے وہ پیکان نکل آیا — تھا کام تو مشکل مگر آسان نکل آیا
رات آہ میں یوں سینہ سے اک شعلہ سا چمکا — میں نے تو یہ جانا دلِ سوزان نکل آیا

جس آسانی سے خاقانی ہند نے اِس مضمون کو ادا کیا ہے وہ اہل بصیرت کی
نظر میں ایک معجزہ معلوم ہوتا ہے۔

پانی طبیب دیگا ہمیں کیا بجھا ہوا — ہر دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا
کہتے ہیں آفتاب قیامت جسے سو وہ — نکلا چراغ داغ دل اپنا بجھا ہوا
پھر دل میں آہ سرد ہوئی میرے شعلہ ور — لو پھر بھڑک اُٹھا یہ فتیلا بجھا ہوا

مبتذل ردیف کو خوش فکر شاعر نے کہاں تک بلند کر دیا ہے۔

میں ہوں وہ خشت کہن مدت سے اس ویرانہ میں — یا ہوں مسجد میں یا ہوں بتخانہ میں
مستی و نا آشنائی، وحشت و بیگانگی — یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانہ میں
ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبہ گئے — ذوق ہر بت قابل بوسہ ہے اس بتخانہ میں

ہر شعر حسن بندش سے ایک شاہد رعنا ہے جسکا کوئی خط و خال بے موقع نہیں ہے

کہتے ہیں مر جائیں گر چھٹ جائیں غم کے ہاتھ سے — پر ترے غم سے ہمیں مرنیکی بھی فرصت نہیں
ایک دل اور اُسپہ اتنے بار غم۔ اللہ رے دل — اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

پہلے شعر میں عدم امکان مرگ کو کس خوبی سے بیان کیا ہے زبان تعریف سے

قاصر ہے مرزا غالب نے بھی اسی تخیل کو نہایت لطافت سے بیان کیا ہے

کس سے محرومیٔ قسمت کی شکایت کیجیے ۔۔۔ ہمنے چاہا تھا کہ مرجائین سو وہ بھی نہوا

لیکن ذوق غم عشق مین محرومی مرگ کو ایک دلیل کے ساتھ بیان

کرتا ہے رنج پر ترے غم سے ہمین مرنے کی بھی فرصت نہیں۔

دوسرے شعر مین جو جدت ہے یہ مرحوم خاقانی ہند کا حصہ تھا دوسرے شاعر نے

نہ ایسا کہا ہے نہ کہہ سکتا تھا

دیکھئے عشق مین جان وامق و قیس و فرہاد ۔۔۔ اور ابھی دیکھیے کس کس کی قضا آئی ہے

اُس جفا کیش کے نامے کو پڑھوں کیا قاصد ۔۔۔ جو کہ قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اسمین

جا پڑا پاؤن پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ ۔۔۔ سرد ہونے پہ بھی گرمی وفا ہے اسمین

زبان کی سلاست اور بندش کی صفائی کا اگر لطیف مضامین کے واسطے جزو

لاینفک ہونا ضروری ہے تو ذوق کی سحر کلامی دیکھیے۔ اس خصوص مین اُسکا کوئی ہمعصر

اُس سے بڑھ کر کیا اُسکے برابر بھی نہین ہے۔ تیسرے شعر مین گرمی وفا کو جس انداز سے

لکھا ہے اُسکی تعریف زبان سے ادا نہین ہو سکتی۔

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہیں ہم ۔۔۔ ہون اسطرح جہان میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں ۔۔۔ میں ہوں تمھارا سایہ جہاں تم وہیں ہو نہیں

اُس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہو نہیں ۔۔۔ مانند سایہ سر سے قدم تک جبیں ہو نہیں

یہ لحاظ لطف بیان اور حسن بندش تینوں مطلعے کسقدر مکمل ہین۔ اور قوافی کو ردیف

سے کس خوبی کے ساتھ چپان کیا ہے۔

جنوں نے کچھ نہ چھوڑا آخر اپنے جیب و داماں سے ۔۔۔ نفس اک تار ہے سینہ میں سمجھو یا گریباں میں

جو لذت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو وہ بھی ۔۔۔ نہ پیتا آب حیوان ڈوب مرتا آب حیواں میں

قادر الکلام شاعر مشکل سے مشکل مضمون کو بھی سہل الفاظ مین ادا کر سکتا ہے اور ایسے

ہی شعر اہل نظر سے خراج تحسین وصول کرنیکا حق رکھتے ہیں

اُس سنگ آستان پہ جبین نیاز ہے ۔۔۔ وہ اپنی جا نمانہ ہر اوہ بہ نماز ہے
خنجر کہین نہ یار کا بہ جائے ہو کے آب ۔۔۔ میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے

مطلع مین تشبیہ کی ندرت اور شعر مین نالۂ آہن گداز ترکیب فارسی حد سے زیادہ دلکش اور لطیف ہین۔

ذوق نہ دل رہا نہ جگر دونون جلکے خاک ہوئے ۔۔۔ رہا ہی سینہ مین کیا چشم خونفشانکے لیے
اُمید ہو گئی ہمسایہ۔ ورنہ خانۂ یاس ۔۔۔ بہشت تھا ہمین آرام جاودانکے لیے
بیان درد محبت جو ہو تو کیونکر ہو ۔۔۔ زبان ش دلکے لیے ہی نہ دل زبانکے لیے
مومن خلاف وعدۂ فردا کی ہمکو تاب کہان ۔۔۔ اُمید یک شبہ ہی پاس جاودانکے لیے
لیا ہی دلکے عوض جان دے رقیب تو دون ۔۔۔ مین اور آپکی سوداگری زبانکے لیے
وہ لعل روح فزا دے کہان تلک بوسہ ۔۔۔ کہ جو ہی کم ہی بیان شوق جانفشانکے لیے
غالب۔ بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہی ۔۔۔ رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خونفشانکے لیے
وہ زندہ ہم ہین کہ ہین روشناس خلق اے خضر ۔۔۔ نہ تم کہ چور بنے عمر جاودان کے لیے
زبانپہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا ۔۔۔ کہ میرے نطق نے بوسے مری زبانکے لیے

ایک ہی قافیون مین ذوق، مومن، غالب، کی فکر سخن سے انکی معجز نگار طبائع کی گلکاریون کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ذوق نے جاودان کے قافیہ کو اس لطافت او نظامت سے زمین شعر میں سرسبز کیا ہی کہ وہ ہمیشہ ترو تازہ رہی گا۔

غالب نے اسی جاودان کے قافیہ کو ایک شوخ رنگ کے پالش سے بالکل نیا کر لیا ہے اور یہ غالب ہی کا حصہ تھا۔ مومن نے بھی وعدۂ فردا اور اُمید یک شبہ کا دام بچھا کر قافیہ جاودان کو پھانسنے کی بلیغ کوشش کی مگر قافیہ تڑپ رہا ہے۔ خون فشاں کے قافیہ کو بھی ذوق نے نہایت سلیس اور لطیف پیرایہ مین ردیف سے وابستہ کیا ہی۔ میرزا غالب نے

اِس قافیہ کو ایک نئے انداز سے لکھکر شعر کا درجہ بہت بلند کر دیا ہے۔ زبان کے قافیہ پر ذوق نے جس حُسن بندش سے کام لیا ہے اور جس آسانی سے بیان درد محبت مین اپنی معذوری کو ثابت کیا ہے وہ تحسین و آفرین سے مستغنی ہے۔ مومن و غالب کے شعر اِس قافیہ مین بہت سُست ہین۔

بلا سے گر ہو نوالہ دہان مار مین دل　　پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار مین دِل

سانپ کو گیسو سے اور حلقۂ گیسو کو دہان مار سے تشبیہ دی ہے اور اِس طور پر ذوق مرحوم نے ایک مکمل مطلع بنا کر یہ ثابت کیا ہے کہ سانپ کے منھ مین دل کا دیدینا بہ نسبت اسکے کہ دل کو مبتلائے عشق کیا جائے بہتر ہے۔ میرزا غالب مرحوم نے بھی اِس تخیل مین طبع آزمائی کی ہے۔

نہ کھڑے ہو جیے خوبان دل آزار کے پاس　　دہن شیر مین جا بیٹھیے لیکن اے دل

میرزا نے دہن شیر کے بالمقابل خوبان دل آزار دوسرے مصرعہ مین لکھا ہے تشبیہ نامانوس بھی ہے اور بھدی بھی ہے جس سے ذوق و غالب کا فرق نمایان ہوجاتا ہے۔

عید ہوئی ذوق وسنے شام کو　　دیکھا دم نزع دل آرام کو

خاقانی ہند نے نزع کے وقت کی ملاقات اور اُسکی مسرت کا نقشہ نہایت لطیف تشبیہ مین دکھایا ہے۔ بندش بھی ایسی صاف اور مضبوط ہے کہ نثر مین بھی اِس مضمون کو ادا کرنے مین کوئی لفظ اپنی جگہ سے ہٹایا نہین جاسکتا۔ میرزا غالب مرحوم نے بھی نزع کے وقت کی ملاقات کو ایک مقطع اور پھر ایک شعر مین نظم کیا ہے۔ قارئین کرام خود ذوق و غالب کے انداز بیان اور طرز ادا سے اندازہ فرماسکتے ہین کہ اردو غزل گوئی مین کون کس درجہ پر ہے۔

غالب۔ مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب　　یار لائے مری بالیں پہ اُسے پر کسوقت

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہے ہے　　خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

ذوق مرحوم کے کلام سے چند اشعار کا انتخاب کیا جاتا ہی جسمین کمل محاورات اور ضرب الامثال کو نظم کرکے غزل کی شاعری کو چار چاند لگائے ہین۔ میر علیہ الرحمۃ کے بعد کے شاعر کے کلام مین محاورات کی یہ خصوصی حالت نہین پائی جاتی۔ یہ کلام صحیح طور پر سہل ممتنع کہے جانیکا مستحق ہے۔ بندش اسقدر چست ہی کہ ایک لفظ بھی اپنی جگہ سے ہٹائے جانیکے قابل نہین ہے۔ زبان اسقدر لطیف ہی کہ دوسرے فصیح الفاظ مین ان مضامین کا ادا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔ جو حضرات غزل اردو کا مذاق سلیم رکھتے ہیں وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ذوق کو غزل اردو سے اور غزل اردو کو ذوق سے کیسا گہرا تعلق ہے۔

مین ہجر میں مرنے کے قریں ہو ہی چکا تھا — تم وقت پہ آ پہونچے نہیں ہو ہی چکا تھا
آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ — جانے کا ارادہ تو کہین ہو ہی چکا تھا
کیا گرم تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے — میں سر درتہ خنجر کیں ہو ہی چکا تھا

محفل میں شور قلقل مینائے مُل ہوا — لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قل ہوا

شکر پردہ ہی میں اُس بت کو خدا نے رکھا — ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
تلخکامی کا رہا بعد فنا بھی یہ اثر — استخوان کو مرے منھ پہ نہ ہما نے رکھا

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا — کہ نیچے آسماں کے اک نیا اور آسماں ہوتا

گل اُس نگہ کے زخم رسیدوں میں مِل گیا — یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مِل گیا

کیا کہے کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا — کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

آدمی ہو کر مکدر کیا تصور ادراک کا — خاک کا پتلا ہے یہ۔ کچھ تو اثر ہو خاک کا

دلکی تپش سے زخم جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا — طائر جاں جو رشتہ بپا تھا فرصت پا کر چھوٹ گیا

چشم و نگہ کو تیرے بدنام کیوں کریگا — مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

کچھ راز نہاں دلکا عیاں ہو نہیں سکتا — گونگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا

بادام دو جو بھیجے ہین بٹوے مین ڈالکر — ایما یہ ہے کہ بھیجدے آنکھین نکال کر
قاتل ہے کہ ہرے سے نمک پاش زخم دل — بسمل ذرا تڑپ کے نمک کو حلال کر

صفحۂ دھر پہ یکتا دل ہوا ایک سے ایک — دل کے دو حرف ہین سو وہ بھی جدا ایک سے ایک

نہ ڈال آبلہ اسے گرمی فغاں منہ میں — کہ چپکا بیٹھا رہوں بھر کے گھنگھنیاں منہ میں

سینۂ و دل پہ مرے زخم جگر ہنستے ہین — ہنسنے دو چارہ گرو۔ ہنستے ہی گھر بستے ہین

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے مین — بیوفا پوچھے ہے کیا دیر ہے لیجانے مین

جس جگہ بیٹھے ہین با دیدۂ نم اُٹھے ہین
آج کس شخص کا مُنھ دیکھ کے ہم اُٹھے ہین

کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسون
ہوئے برسون نہو ئی پروہ تمھاری پرسن

اشکباری مری مژگان کی ذرا دیکھین تو
کتنے پانی مین ہین فوّارے ذرا دیکھین تو

بزم صنم مین حضرت دل ذکر کعبہ کیا
تھی جس چمن کی بات گئی اُس چمن کے ساتھ
گندم ہے سینہ چاک فراق بہشت مین
آدم کو کیا نہ ہو گی محبت وطن کے ساتھ

تو جان ہے ہماری اور جان ہر تو سب کچھ
ایمان کی کہین گے ایمان ہر تو سب کچھ

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہر
زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہر
زال دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دھر
مرد ہشیار کو بھی دھر یہ کر دیتی ہر
فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا
اب تو اکسیر بھی دیجیے تو ضرر دیتی ہر

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ پیاسے ہیں مے آشام مہینہ بھر کے

جو تھے مژگان پرخون سب وہ خار دلنشین نکلے
جنون یہ کیسے نشتر تھے کہین ٹوٹے کہیں نکلے
خدا دے دوربینی اور اس چشم تصور کو
کہ لاکھون کام اِس سے دور کے نزدیک بین نکلے

خط بڑھا کاکل بڑھی زلفین بڑھین گیسو بڑھے
حُسن کے سرکار مین جتنے بڑھے ہندو بڑھے

جو دل قمار خانہ مین بت سے لگا چکے　　وہ کعبتین چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے　　یہ وہ نشہ نہین جسے ترشی اُتار دے
ایسا نہ ہو کہ آتے ہی آتے جواب خط　　قاصد جواب زندگی مستعار دے
اے شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات　　ہنسکر گزار یا اُسے رو کر گزار دے
اِس جبر پر تو ذوق بشر کا یہ حال ہے　　کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

زبان کھولینگے مجھپر بد زبان کیا بد شعاری سے　　کہ مین نے خاک بھر دی اُنکے منھ مین خاکساری سے

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے　　اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے
دنیا نے کس کا راہ فنا مین دیا ہے ساتھ　　تم بھی چلے چلو یونہین جبتک چلی چلے

تدبیر نہ کر فائدہ تدبیر مین کیا ہے　　کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر مین کیا ہے

ہم بتون کو اپنے جذب دل سے کھینچ لائینگے　　پر بڑے پتھر ہین یہ مشکل سے کھینچے جائینگے

جو دل سے اپنے دم آتشین نکل جائے　　فلک کے پاؤن تلے سے زمین نکل جائے

ہم اور غیر یکسان ہا دونون بہم نہونگے　　ہم ہونگے وہ نہونگے وہ ہونگے ہم نہونگے

بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے　　نا اُمیدی سے مگر آرام کی اُمید ہے

اُلفت کا نشہ جو کوئی مر جائے تو جانے ۔ یہ درد سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جانے

ہمیشہ کام مجنون کو رہا صحرا نوردی سے ۔ بسایا خانۂ زنجیر ہم نے پائے مردی سے

وقت پیری شباب کی باتین ۔ ایسی ہین جیسے خواب کی باتین
پھر مجھے سے چلا اُدھر دیکھو ۔ دلِ خانہ خراب کی باتین

مجھے حضرت ذوق مرحوم کی روح سے ندامت ہی کہ مین نے بہت مختصر حصہ اُنکے دیوان سے منتخب کیا۔ حالانکہ اُنکے کلام معجز نظام کا حق تھا کہ اِس سے بہت زیادہ اشعار منتخب کرکے قارئین کی ضیافت طبع کیجاتی۔ لیکن اِس محدود مضمون کی وسعت کو دیکھتے ہوئے مین معذور تھا اور معافی کے قابل ہون۔

مولوی محمد یحیٰی۔ تنہا۔ بی اے وکیل غازی آباد اپنے ایک مضمون مین آزاد مرحوم کی تبصرہ نگاری پر تنقید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہین "لیکن کوئی سمجھدار اور انصاف پسند شخص اِس بات کو تسلیم نہ کریگا کہ ذوق پر نظم اردو کا خاتمہ ہوگیا یا قادر الکلامی اُن پر ختم ہوگئی۔ میرزا غالب ذوق کے بہت بعد تک زندہ رہی اور آج تغزل مین اُنکا رنگ لاجواب سمجھا جاتا ہے" فاضل مضمون نگار مشاہیر نثر نگارون کی انشا پردازی پر ریویو فرما رہے ہین اور اُنکی اپنی انشا پردازی مین "سمجھدار" ایک اسم فاعل قیاسی موجود ہے اُنھون نے آزاد کی انشا پردازی کو غیر معتبر قرار دیا اور تحریر فرماتے ہین یہی وجہ ہے کہ جسقدر اسکول اور کالج کے طلبا آزاد کی تحریرات سے محظوظ ہوتے ہین۔ اور دل سے پسند کرتے ہین اُسقدر اہل علم اور مبصر اُن سے حظ نہین اوٹھاتے"

لیکن میری رائے مین آزاد مرحوم نے حضرت ذوق علیہ الرحمۃ کی بابت جو کچھ لکھا ہے وہ ذوق کے مرتبۂ شاعری سے بہت کم ہے۔ مولانا حسرت موہانی جو دیوان غالب کے شارح اور طرز غالب کے دلدادہ ہین اور غالب کو من حیث المجموع اُن کے سب ہمعصرون سے افضل بھی سمجھتے ہین۔ حضرت ذوق کی بابت تسلیم فرماتے ہین کہ "غالب کے ہمعصرون مین اوستاد ذوق سب سے زیادہ محتاط ہین اور صرف اردو شاعری کے لحاظ سے ذوق کا درجہ غالب سے اور غالب کا مرتبہ مومن سے بلند ہے"

بہرحال۔ کل شئی یعرف باضدادہا کے اُصول پر نظر کر کے نہایت ضروری ہے کہ مین میرزا غالب کی اردو شاعری پر بھی تبصرہ کرون تاکہ اہل انصاف دیکھ لین کہ غالب مرحوم نے اردو غزل گوئی مین بعد میرؔ کے کسقدر بلند درجہ حاصل کیا ہے اور ذوق کی غزل گوئی سے غالب کی غزل سرائی کو کیا نسبت ہے۔ مجھے میرزا سے کوئی عداوت نہین ہے بلکہ بحیثیت تبصرہ نگار کے میرزا کے معتقدین کو حقیقت حال سے مطلع کرنا چاہتا ہون اور اُمید کرتا ہون کہ وہ حضرات ابھی ٹھنڈے دل سے غور فرمانے کی تکلیف گوارا کرینگے۔

میرزا غالب کی اُردو شاعری

میرزا غالب کو قدرت نے جدت طرز دماغ اور معنی آفرین طبیعت عطا فرمائی تھی۔ گو اُنھون نے اکتساب علوم مین وقت نہین گزارا۔ کسی کے شاگرد بھی نہین تھے۔ گھر کی الماریان کتابون سے خالی تھین۔ اِن باتون سے اُنکے کمال کی تنقیص نہین ہو سکتی بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملکۂ مضمون آفرینی بلا واسطہ قدرت کا نمونہ تھا۔ حقیقت مین میرزا غالب فارسی کا باکمال شاعر تھا زمانہ کی ضرورتون نے اُسے اردو کا بھی شاعر بنایا۔ دربار دہلی کی وظیفہ خواری کی وجہ سے میرزا کو اردو غزل گوئی بغیر چارہ نہ تھا۔

میرزا نے نہایت بیدلی سے اس خدمت کو انجام دیا۔ جسکی تفصیل آیندہ آئیگی لیکن فیض سخن سے میرزا کبھی محروم نہین رہے کبھی کبھی غزل اردو مین ایسا شعر بھی کہہ جاتے تھے جو بہ لحاظ ندرت دیوانون کا جواب ہوتا تھا۔ مگر محض اس بناپر انکو اردو غزل کا کامیاب شاعر قرار نہین دیا جاسکتا۔

یادگار غالب صفحہ ۱۰۵ و ۱۰۶ پر خواجہ حالی مرحوم تحریر فرماتے ہین "میرزا نے ریختہ گوئی کو اپنا فن قرار نہین دیا تھا بلکہ محض تفنن طبع کے طور پر کبھی اپنے دل کی اُمنگ سے کبھی دوستونکی فرمایش سے اور کبھی بادشاہ یا ولیعہد کے حکم کی تعمیل کے لیے ایک آدھ غزل لکھ لیتے تھے۔ یہی وجہ ہو کہ اُن کے دیوان مین غزل کی صنعت کے سوا کوئی صنف معتد بہ نہین پائی جاتی وہ منشی نبی بخش مرحوم کو ایک خط مین لکھتے ہین "بھائی صاحب تم غزل کی تعریف کرتے ہو اور مین شرماتا ہون۔ یہ غزلین کاہے کو ہین پیٹ پالنے کی باتین ہین۔ میرے فارسی کے وہ قصیدے جن پر مجھکو ناز ہو کوئی اُن کا لطف نہین اُٹھاتا۔ اب قدردانی اس بات پر منحصر ہے کہ گاہ گاہ حضرت ظل سبحانی فرما بیٹھتے ہین کہ بھئی تم بہت دن سے کوئی سوغات نہین لائے لینے نیا ریختہ ناچار کبھی کبھی یہ اتفاق ہوتا ہے کہ کوئی غزل کہہ کر لیجاتا ہون"۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کسقدر بیدلی سے میرزا اردو غزل لکھتے تھے اور اردو غزل گوئی کس حد تک بار خاطر تھی۔ میرزا اپنے ایک طویل فارسی قطعہ مین بھی خود اپنی اردو شاعری کے بابت اظہار رائے فرماتے ہین یہ دونون شعر زبان زد عام ہین۔

فارسی بین تا بہ بینی نقشہاے رنگ رنگ	بگذر از مجموعۂ اردو کہ بے رنگ من ست
راست می گویم من و از راست سر نتوان کشید	ہرچہ در گفتار فخر تست آن ننگ من ست

میرزا کا غزل گوئی اردو مین کیا طرز تھا اور میر علیہ الرحمتہ کے بعد میرزا سب سے زیادہ کامیاب شاعر غزل اردو کا تھا یا نہین اس بارہ مین خود میر کی پیشینگوئی سے بہت

کچھ مدد مل سکتی ہے۔

یادگار غالب صفحہ ۹۸ "خود میرزا کی زبانی سنا گیا ہے کہ میر تقی نے جو میرزا کے ہموطن تھے اُنکے لڑکپن کے اشعار سنکریہ کہا تھا کہ اگر اس لڑکے کو کوئی کامل اوستاد مل گیا اور اُسنے اس کو سیدھے راستہ پر ڈال دیا تو لاجواب شاعر بن جائے گا ورنہ مہمل بکنے لگیگا"

یادگار غالب صفحہ ۱۰۱ پر خواجہ حالی مرحوم میر تقی کی پیشین گوئی کے دونون شقون کو میرزا غالب کے حق مین پورا ہونا تسلیم کرتے ہین لیکن خواجہ کی رائے مین میرزا آخر مین غلط راستہ چھوڑکر صحیح المذاق دوستونکی روک ٹوک سے اور نکتہ چین ہمعصرون کی خوردہ گیری سے صحیح راستہ پر پڑ لیے تھے گویا خواجہ کی رائے مین سامان مذکورہ میرزا کے واسطے اوستاد کامل تھا جسکی حضرت میر نے نصیحت کی تھی۔ خواجہ صاحب مرحوم بسیاگری مین کتنے ہی محتاط ہون لیکن میرزا کی شاگردی کے حقوق نے ان کے دل و دماغ پر ایک ایسا خفیہ غلبہ حاصل کر لیا تھا جسکی وجہ سے وہ دانستہ نہین تو نادانستگی سے ایک مغالطہ مین پڑ گئے اور جو رائے ظاہر فرمائی ہے وہ صحت سے دور ہے اگر میر کی پیشین گوئی صحیح ہے تو اسکی کوئی شق بھی میرزا کے حق مین پوری نہین ہوئی اور میرزا کا کلام معنے کا منت کیش نہین ہو سکتا۔ میرزا نے کبھی اوستاد کامل کی تلاش نہین کی۔ میرزا اپنے ادعائے کمال کی وجہ سے یا ضد کی وجہ سے کبھی دوست دشمن کے مشورہ یا نکتہ چینی کی پروا نہ کرتے تھے ؎

نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

خواجہ کی یہ رائے بھی صحیح نہین ہے کہ میرزا نے کسی خاص زمانہ مین اپنے طرز قدیم کو چھوڑ دیا تھا۔ بلکہ میرزا کا سہل اور مشکل کلام ہر زمانہ مین پایا جاتا ہے ایسا کوئی خاص زمانہ معین نہین کیا جا سکتا کہ میرزا نے اپنے اشعار کو اغلاق کے شکنجہ سے آزاد

فرماکر محض سہل گوئی پر قناعت کی ہو ۱۲۴۵ ہجری مین بقول مولانا آزاد میرزا نے بجائے اسد کے غالب تخلص کرلیا تھا لیکن جب اسد تخلص کرتے تھے اُس زمانہ کی اُن کی ایسی غزلیں موجود ہیں جن میں ثقیل اور روزنی الفاظ کا دخل نہیں ہی اور مطلب بھی اغلاق و اجمال کی دست برد سے محفوظ ہی. شاعرانہ حیثیت سے یہ اشعار دقیق ہوں یا نہوں لیکن معانی سے بیگانہ نہیں ہیں. میں صرف مطلع کا پہلا مصرعہ لکھ کر قارئین سے درخواست کرتا ہوں کہ دیوان غالب میں اِن غزلوں کو ملاحظہ فرمالیں :-

(۱) دوست غمخواری میں میری سعی فرمائینگے کیا　　(۲) عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا
(۳) سر گشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہی　　(۴) چاہیے اچھوں کو جتنا چاہیے
(۵) رونے سے اور عشق میں بیباک ہو گئے　　(۶) عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
(۷) دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجائے ہی　　(۸) دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی -

اگر یہ کہا جائے کہ میرزا نے بہ حیثیت اسد کے ہی دشوار گوئی سے توبہ فرمائی تھی تو اُس زمانہ مین بھی جب میرزا صاحب غالب ہو چکے تھے ایسا کلام موجود ہی جو بعض لوگونکی رائے مین معانی کے لباس مین مستور ہونا نہین چاہتا - اِسلیے یہ ماننا پڑیگا کہ میرزا مرحوم کا دماغ جب بے کیف ہوتا تھا تو جو کچھ فرماتے تھے وہ سادہ ضرور ہوتا تھا لیکن بے کیفی بھی ظاہر ہوتی تھی - اور جب میرزا کا دماغ کیف و سرور سے بے قابو ہو جاتا تھا تو شعر بھی ایسے نکلتے تھے جو مطالب و معانی کے ضرورت مند نہین ہوتے تھے اور اُس حالت مین میرزا کی بلند آفرین طبیعت جسقدر مضامین کے دریا بہاتی تھی اُن کا محدود الفاظ مین سما جانا ممکن نہ تھا -

پھر دیکھیے انداز گل افشانی گفتار　　رکھدے کوئی پیمانہ وصہبا مرے آگے

یادگار غالب صفحہ ۱۰۲ "میرزا نے ریختہ مین جو روش ابتدا مین اختیار کی تھی ظاہر ہی کہ وہ کسی طرح مقبول خاص و عام نہین ہو سکتی تھی "

یادگار غالب صفحہ ۱۰۳ "میرزا کے ابتدائی کلام کو مہمل و بے معنی کہو یا اسکو اردو زبان کے دائرے سے خارج سمجھو مگر اسمین شک نہین کہ اس سے اُنکی غیر معمولی اپج کا خاطر خواہ سراغ ملتا ہے"

یادگار غالب صفحہ ۱۸ "وہ اس خیال سے کہ اُنکے کلام کی قدر کرنے والے بہت کم تھے۔ اکثر تنگ دل رہتے تھے...... ایک روز قلعہ سے سیدھے نواب مصطفیٰ خان کے مکان پر آئے اور کہنے لگے کہ آج حضور نے ہماری بڑی قدر دانی فرمائی۔ عید کی مبارکباد مین قصیدہ لکھ کر لے گیا تھا۔ جب مین قصیدہ پڑھ چکا تو ارشاد ہوا کہ میرزا تم پڑھتے بہت خوب ہو"

فی الحقیقت میرزا کو اردو غزل اور اردو شاعری کے ساتھ کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اگر میرزا کا یہ قصد ہوتا کہ وہ اردو زبان مین فارسی ترکیبو نکے اضافہ سے زبان اردو کو وسعت دیں گے تو بھی میرزا مبارکباد کا مستحق تھا اگر میرزا چاہتا تو اپنی توجہ سے غزل اردو کو معراج کمال پر پہونچا سکتا تھا۔ لیکن میرزا نے فارسی شاعری کے جنون میں اردو شاعری سے شدید بیگانگی کا اظہار کیا۔ نثر اردو میں بھی کبھی کبھی اس بے التفاتی کا ثبوت دیا جسکے نمونے آب حیات صفحہ ۴۹۳ پر آزاد مرحوم نے دیے ہین مثلاً "منشی نبی بخش تمھارے خط نہ لکھنے کا گلہ رکھتے ہین" (گلہ دارند) "منشی نبی بخش کے ساتھ غزل خوانی کرنا اور ہم کو یاد نہ لانا" (یاد ونیاوردن) "جو آپ پر معلوم ہو وہ مجھپر مجہول نہیے" (ہر چہ برشما منکشف است برمن مخفی نماند) یہ غنیمت تھا کہ اُس زمانہ میں میرزا کے ہمعصر میرزا کے کلام کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے۔ اگر یہ ساری جماعت میرزا سے متفق الرائے ہو جاتی تو اردو زبان جو فارسی زبان سے نکلی تھی پھر فارسی زبان میں جذب ہو جاتی اور آج ادب اردو کا نام و نشان بھی باقی نہوتا۔

شروع بیسوین صدی عیسوی یا اس سے کچھ قبل انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانونکی

قدردان نگاہیں دیوان غالب پر پڑنے لگیں دیوان غالب کا نصف حصہ اس قدر بلیغ
یا ثقیل تھا کہ اگر اُسے معانی سے کوئی تعلق بھی ہو تو اسکا معلوم کر لینا دشوار تھا مولانا شوکت
مرحوم میرٹھی نے شرح لکھی لیکن مولانا کا خود اپنا کلام اسقدر دقیق ہے کہ میرزا غالب ہی
اسکی شرح لکھ سکتے ہیں اسلیے مولانا کی شرح دیوان غالب پر خود ایک حاشیہ کی ضرورت
تھی بہر حال اگر میرزا مرحوم کے اشعار میں معانی مستور ہیں تو وہ ابتک بھی زیر نقاب ہیں
اور مولانا میرٹھی اُن کی پردہ دری نہ کر سکے۔ دوسرے نمبر پر علامہ طباطبائی نے دیوان
غالب کی شرح لکھی گو بہ لحاظ سال تصنیف شرح کا تو دوسرا نمبر ہے لیکن بہ نظر فضل و کمال اور سن
سال کے شارحین کا پہلا نمبر ہے۔ علامہ موصوف نے تشنگان معانی کے سیراب کرنے کے
واسطے اشعار کی تشریح بھی کی۔ تنقید بھی کی۔ اور کہیں کہیں میرزا کے کلام میں اصلاح
بھی کی۔ بعض موقع پر تعریض کے تبصرہ نگاری کا حق ادا کیا ہے۔ شاعری کے بہت سے
نکات درج فرماکر شرح کو وزنی کر دیا ہے۔ یہ امر کہ شرح کامیاب ثابت ہوئی یا نہیں بہت
غور طلب ہے۔ علامہ کی شرح کی بابتہ مولانا نجو موہانی کو بہت سے شکوک ہیں۔ الناظر اور
اودھ پنچ میں عرصہ تک یہ تذکرہ جاری رہا ہے۔ مولانا نجو ایک نوجوان اور ہونہار ادیب
ہیں اُن کا ذوق سخن۔ تبحر علمی۔ اور وسعت معلومات دیکھ کر بے اختیار دل سے دُعا
نکلتی ہے خدا اس نوجوان کو عمر کثیر عطا فرمائے اور استقلال و ہمت کے ساتھ ادب اردو
کی خدمت کرنے کی توفیق دے۔ مولانا نجو موہانی بھی دیوان غالب کی ایک شرح
تیار کر چکے ہیں جو ابھی شایع نہیں ہوئی ہے اور مولانا نے اُمید دلائی ہے کہ اُنھوں نے
اپنی شرح میں اس امر پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ مشکل اشعار کی تشریح میں علامہ طباطبائی،
کہانتک کامیاب ہوئے ہیں اور انکی تعریض و تنقید کیا وقعت رکھتی ہے۔ لیکن غالب مرحوم
کے سہل کلام کی تشریح میں بھی غالباً جناب علامہ طباطبائی نے ایسی بلند پروازی سے کام
لیا ہے کہ الفاظ اور معانی میں زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے میں چند نمونے پیش کرکے

علامہ موصوف سے التجا کرتا ہوں کہ اگر ممکن ہو تو نظر ثانی فرما کر شرح دیوان غالب کو
اِس قابل کر دیں کہ وہ بجا طور پر علامہ کی ذات سے منسوب ہو سکے۔ اِس شرح کے بعد
مولانا حسرت موہانی اور حضرت سہا نے شروح لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے۔ ممکن ہے کہ دلدادگان
کلام غالب اُن جملہ شروح سے ابتک مطمئن نہ ہوئے ہوں لیکن کثرت تعداد شروح و شارحین سے
ایک دلیل ترجیح کلام میرزا پر دستیاب ہو گئی ہے جسکو یہ لوگ کام مین لاتے ہیں میری
رائے مین اردو غزل کا حُسن یہ ہے کہ سامع کے کانوں مین پہونچکر فوراً دل مین اُتر جائے۔
میرزا کا کلام نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ دماغوں مین چکر لگا رہا ہے اور ابھی قلوب
اُس سے مطمئن اور مسرور نہین ہوئے ہیں۔ اِن حالات میں اُس انجمن ادب اردو کی صدارت جو میرؔ
کی وفات کے بعد قائم ہوئی تھی میرزا غالب مرحوم کو پیش نہین کیجا سکتی۔ نہ میرزا غزل اردو
کے کامیاب شاعر قرار پا سکتے ہیں۔

علامہ طباطبائی کے نکتہ رس ذہن نے عجیب معجز نمائی کی ہے میرزا کا سہل کلام بھی
جسکو خواجہ حالی میرزا کے شاعری کا ماحصل قرار دیتے ہین تبدیلی معانی سے "مشکل کلام"
کے مدمین داخل ہوا جاتا ہے۔ مین علامۂ شارح کے فضل و کمال کا احترام کرتے ہوئے
چند نمونے پیش کرنے کی جرأت کرتا ہون جسکا وعدہ کیا تھا۔

میرزا غالب: پڑھتا ہوں مکتب غم دلمیں سبق ہنوز لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

علامہ طباطبائی۔ غم وہ کیفیت نفسانی ہے جو مطلوب کے فوت ہو جانے پر پیدا ہو مطلب یہ
ہے کہ مکتب غم میں میرا سبق یہ ہے کہ رفت گیا اور بود تھا یعنے زمانہ عیش کبھی تھا اور اب
جاتا رہا۔

راقم۔ میں مکتب غم دلمین ابھی مبتدی ہوں اور یہ سبق پڑھ رہا ہوں۔ رفت گیا۔ بود تھا۔
جس نے مکتبوں میں فارسی صرف کی پہلی کتاب صفوۃ المصادر پڑھی ہو گی اس کو اس ابتدائی

سبق کا بخوبی اندازہ ہوگا۔

میرزا غالب: کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوے نے   کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

علامہ طبا طبائی۔ یعنی جسطرح آفتاب کے سامنے شبنم نہیں ٹھہر سکتی اُسی طرح تیرے مقابلہ کی تاب آئینہ نہیں لاسکتا۔ آئینہ خانہ کی تشبیہ شبنمستاں سے تشبیہ مرکب ہے۔

راقم۔ خورشید کے پرتو سے شبنم کا ہر قطرہ آفتاب کی طرح چمک اوٹھتا ہے۔ اسی طرح تیرے جلوے نے آئینہ خانہ کا یہ نقشہ کر دیا کہ ہر آئینہ شبنم کے ہر قطرہ کی طرح تیرے جلوہ سے منور ہوگیا' یعنے ہر آئینہ مین تیرا پورا عکس نظر آنے لگا۔

میرزا غالب۔ آبرو کیا خاک اُس گل کی کہ گلشن میں نہیں   ہے گریباں ننگ پیراہن جو دامن میں نہیں

علامہ طبا طبائی۔ گریباں دامن میں جب ہی ہوگا جب چاک ہو جائیگا اور چاک ہو کر گل سے مشابہت پیدا کریگا۔ اور دامن کو صحن گلشن بنا دیگا۔

راقم۔ جب گریبان دامن سے جدا ہو جاتا ہے تو وہ ایک پھٹا ہوا چیتھڑا ننگ پیراہن خیال کیا جاتا ہے اسی طرح سے جن پھولوں کا چمن سے افتراق ہو جاتا ہے وہ بے آبرو ہو جاتے ہیں۔

میرزا غالب۔ ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو   تو تغافل میں کسی رنگ سے معذور نہیں

علامہ طبا طبائی۔ یعنے تغافل تو نا آشنائی محض ہے یہ مجھے کیونکر گوارا ہو۔

راقم۔ یعنے تغافل کے معنی معذوری نہیں ہیں تو مجھپر ظلم بھی کرسکتا ہے لطف بھی کرسکتا ہے اگر لطف کرنے سے دریغ ہے تو ظلم ہی سہی کچھ تو ہو۔

میرزا غالب۔ حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو   کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو

علامہ طبا طبائی۔ تنگ چشم ہونا حاسد کی صفات مین سے ہے۔ گرم تماشا ہو یعنے دنیا کو دیکھ۔ حاصل یہ کہ تجربہ کے بعد تجھے معلوم ہو جائیگا کہ حسد کرنا بیجا ہے۔ دنیا مین دولت کے لیے کوئی سبب نہین درکار ہے ہر جگہہ یہی حال ہے۔

راقم۔ عالم کی سیر کرنا۔ حسد کا علاج تجویز کیا گیا ہے یعنے کثرت سیر و سفر سے مختلف حالتوں کے لوگوں کو دیکھنے کا موقع ملیگا اور تنگ نظری رفع ہو جائیگی۔

میرزا غالب۔ وارستگی بہانۂ بیگانگی نہیں اپنی سے کرنہ غیر سے وحشت ہی کیوں نہو

علامہ طباطبائی۔ یعنے وارستگی اور آزادی اس کا نام نہیں ہے کہ بیگانگی و وحشت کا بہانہ کرلیا۔ اور ہم سمجھے کہ دنیا سے آزاد ہو گئے۔ ارے بیگانگی و وحشت بھی کر تو اپنے نفس سے کر نہ غیر سے۔

راقم۔ وارستگی کو بیگانگی کا حیلہ نہ بنانا چاہیے۔ یعنی آزادمزاجی کا لازمہ بیگانگی نہیں ہے۔ خواہ کتنی ہی وحشت دامنگیر ہو لیکن دوست دشمن سے بیگانگی نہ برتنا چاہیے۔ یہ اصول باہمہ اور بے ہمہ کی تعلیم ہے۔

میرزا غالب۔ موت کی راہ نہ دیکھوں۔ کہ بن آئے نہ رہے تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

علامہ طباطبائی کہتے ہیں میں موت کی راہ کیوں نہ دیکھوں کہ وہ بغیر آئے نہیں رہے گی۔ یہ مجھ سے نہیں ہوگا کہ تم سے کہوں کہ تم نہ آؤ کہ پھر مجھسے بلاتے بھی نہ بن پڑے۔ یعنے آپ ہی آنے کو منع کروں تو پھر کس منھ سے بلاؤں۔ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ تمھارے نہ آنے سے موت کا آنا بہتر ہے

نوٹ:۔ اس شعر کی شرح میں مولانا حسرت موہانی نے بھی دماغ پر بہت زور دیا ہے گو مولانا کی شرح بھی اصل مطلب سے بہت دور ہے لیکن اُنکی ذہن کاوی بھی نظرانداز کرنیکے قابل نہیں ہے مولانا حسرت کی موشگافیاں بھی قارئین کے انفراح طبع کا باعث ہونگی۔ وھوہذا۔

مولانا حسرت۔ مجھکو موت کی راہ نہ دیکھنا چاہیے کیونکہ وہ خواہ مخواہ آئے گی۔ علاوہ اس کے موت کی خواہش کرنے میں یہ بات بھی پیدا ہوتی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تم نہ آؤ اور اگر ایسے خیال کا شبہ بھی میری نسبت ہوا تو میں پھر کبھی تم کو بلانے کے قابل نہ رہونگا۔ یعنے ایسا خیال رکھکر پھر کس مُنھ سے تمھیں بلاؤنگا۔

راقم۔ میں نے شعر کو جس طرح تحریر کیا ہے طرز کتابت سے بھی ذہن اصل مطلب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے خلاصہ مطلب یہ ہے کہ معشوق کو مخاطب کر کے میرزا نے ایک سوال قائم کیا ہے کہ مجھکو موت کا انتظار کرنا چاہیے یا تم سے معاشقہ کرنا چاہیے اور خود ہی اسکو اسطرح سے حل کیا ہے کہ موت کا انتظار کیوں نہ کروں کہ اُسکا آنا یقینی ہے۔ یعنے موت کا انتظار ضرور کرنا چاہیے۔ دوسرے مصرعے میں کہتے ہیں کیا میں تم سے محبت کروں (تمکو چاہوں) کہ اگر تم نہ آؤ تو میں بلانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا یعنے بہ نسبت اِسکے کہ تم سے معاشقہ کروں یہ بہتر ہے کہ موت کا انتظار کروں جسمیں وصل کا میسر آنا لابدی ہے اور تم سے معاشقہ کرنے مین وصل تو درکنار اگر تم نہ آؤ تو تمھارے بلانے کی بھی جرأت نہیں کر سکتا۔ علامہ موصوف نے دوسرے مصرعہ مین چاہوں بمعنی خواہم لیا ہے حالانکہ (تمکو چاہوں) از شما محبت کنم کی جگہہ ہے۔

مولانا حسرت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اُس پر کسی مزید حاشیہ کی ضرورت نہیں ہے۔

میرزا غالب کا وہ کلام جسکو بے معنی کہا جاتا ہے ہر قسم کی تنقید سے مستغنی ہے۔ شارحین دیوان غالب خواہ میرزا کی ہمدردی میں یا اپنی اعلیٰ ذہنیت کے اظہار مین متواتر کوشش فرما رہے ہین کہ میرزا کے اِس کلام کو معانی سے ہم آغوش کرین ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کسی حد تک کوئی شارح کامیاب بھی ہو جائے۔ لیکن مین میرزا کے اِس کلام کو اگر اُسمین معانی مستور بھی ہوں بے نقاب کرنے کی کوشش نہیں کرونگا۔ کیونکہ میرا نارسا ذہن اِس دشوار خدمت کی انجام دہی مین معذور ہے۔ مذکورہ بالا کلام کا تذکرہ مضمون ہذا مین آیندہ "مشکل کلام" کہہ کر کیا جائیگا۔ قارئین کرام اور ناقدین عظام خود فیصلہ فرمائین کہ یہ "مشکل کلام" اگر معانی سے بیگانہ بھی نہیں ہے تو بھی میرزا کو غزل اردو کا کامیاب شاعر ثابت کر سکتا ہے یا نہین۔ میرزا کے کلام کا نصف حصہ تقریباً ایسا ہے جسکو "مشکل کلام" کے تحت مین داخل کر سکتے ہیں مگر میں صرف اہم شعر انتخاب کر کے نذر ناظرین کرتا ہوں۔

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروئے کار — صحرا مگر بہ تنگیِ چشمِ حسود تھا

شوق ہر رنگ رقیبِ سر و ساماں نکلا — قیس تصویر کے پردے میں بھی عریاں نکلا

بہ فیضِ بیدلی نومیدیِ جاوید آساں ہے — کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

ہوائے سیرِ گل آئینۂ بے مہریِ قاتل — کہ اندازِ بخوں غلطیدنِ بسمل پسند آیا

سراپا رہنِ عشق و ناگزیرِ الفتِ ہستی — عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

رنگِ شکستہ صبحِ بہارِ نظارہ ہے — یہ وقت ہے شگفتنِ گلہائے ناز کا

صرفہ ہے ضبطِ آہ میں میرا وگرنہ میں — طعمہ ہوں ایک ہی نفسِ جاں گداز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز — ناخن پہ قرض اس گرہِ نیم باز کا

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا — تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکاں کھلا — جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

گلہ ہے شوق کو دل میں بھی تنگیِ جا کا — گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا

اہلِ بینش نے بہ حیرت کدۂ شوخیِ ناز — جوہرِ آئینہ کو طوطیِ بسمل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میداں مانگا — عجزِ ہمت نے طلسمِ دلِ سائل باندھا

بے مے کسے ہے طاقتِ آشوبِ آگہی — کھینچا ہے عجزِ حوصلہ نے خط ایاغ کا

تازہ نہیں ہے نشۂ فکرِ سخن مجھے — تریاکیِ قدیم ہوں دودِ چراغ کا

بے خونِ دل ہے چشم میں موجِ نگہ غبار — یہ مے کدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

باغِ شگفتہ تیرا بساطِ نشاطِ دل — ابرِ بہار خم کدہ کس کے دماغ کا

لبِ خشک در تشنگی مردگاں کا — زیارت کدہ ہوں دل آزردگاں کا

ہمہ نا امیدی ہمہ بدگمانی — میں دل ہوں فریبِ وفا خوردگاں کا

ذرہ ذرہ ساغرِ مے خانۂ نیرنگ ہے — گردشِ مجنوں بہ چشمکہائے لیلیٰ آشنا

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد — سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

برنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہی بال یک تپیدن پر

حریف مطلب مشکل نہیں فسون نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

نہ ہو بہ ہرزہ بیاباں نورد وہم وجود
ہنوز تیرے تصور مین ہی نشیب وفراز

وصال جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہاں
کہ دیجیے آئینۂ انتظار کو پرواز

رخ نگار سے ہی سوز جاودانی شمع
ہوئی ہی آتش گل آب زندگانی شمع

زبان اہل زباں مین ہی مرگ خاموشی
یہ بات بزم مین روشن ہوئی زبانی شمع

کرے ہی صرف بہ ایمائے شعلہ قصہ تمام
بطرز اہل فنا ہی فسانہ خوانی شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہی
بہ جلوہ ریزی باد و بہ پر فشانی شمع

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے بہشت گل خزانی شمع

محفلیں برہم کرے ہی گنجفہ باز خیال
ہیں ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجود یک جہاں ہنگامہ پیدائی نہیں
ہیں چراغان شبستان دل پروانہ ہم

درس عنوان تماشا بہ تغافل خوشتر
ہی نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگاں مجھ سے

بیخودی بستر تمہید فراغت ہو جو
پر ہی سایہ کی طرح میرا شبستاں مجھ سے

عرض ناز شوخی دنداں برائے خندہ ہی
دعوی جمعیت احباب جائے خندہ ہی

ہی عدم مین غنچہ محو عبرت انجام گل
یک جہاں زانو تامل در قفائی خندہ ہی

کلفت افسردگی کو عیش بیتابی حرام
ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہی

حسن بے پردہ خریدار متاع جلوہ ہی
آئینہ زانوے فکر اختراع جلوہ ہی

تاکجا اے آگہی رنگ تماشا باختن
چشم وا گردیدہ آغوش وداع جلوہ ہی

دل خوں شدۂ کشمکش حسرت دیدار
آئینہ بدست بت بدست حنا ہی

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہی

مندرجہ بالا کلام اور اسی قسم کے دیگر کلام کی بابت خواجہ حالی کا فتویٰ بھی نظر انداز

کرنے کے قابل نہین ہے۔

یادگار غالب صفحہ ۱۰۰ "ان اشعار کو مہمل کہو یا بے معنی مگر اسمین شک نہین کہ میرزا اسنے وہ نہایت جانکاہی اور جگر کاوی سے سرانجام کیے ہونگے۔ جبکہ اپنے معمولی اشعار کاٹتے ہوئے لوگوں کا دل دکھتا ہی تو میرزا کا دل اپنے اشعار نظری کرتے ہوئے کیون نہ دکھا ہوگا۔ ظاہراً یہی سبب تھا کہ انتخاب کے وقت بہت سے اشعار جو فی الواقع نظری کرنیکے قابل تھے اُن کے کاٹنے پر میرزا کا قلم نہ اُٹھ سکا۔ ممکن ہے کہ ایک مدت کے بعد یہ اشعار اُنکی نظر مین کھٹکے ہون مگر چونکہ دیوان چھپکر شایع ہوچکا تھا اسلیے اُنھون نے اِن اشعار کا نکالنا فضول سمجھا" خواجہ صاحب اِس مشکل کلام کو جسکا مختصر نمونہ آپ دیکھ چکے موجودہ دیوان غالب میں دیکھنا نہیں چاہتے تھے اور دیوان غالب کی اشاعت ہو جانے کے بعد خواجہ صاحب کی رائے مین میرزا ایک حد تک معذور تھے ورنہ اُن کا قیاس قوی ہے کہ خود میرزا اِس قسم کے کلام کو اپنے دیوان سے خارج کر دیتے۔

لیکن اردو زبان کی بدقسمتی پر جسقدر افسوس کیا جائے وہ کم ہی یہان تو اِس مشکل کلام مطبوعہ ہی کی وجہ سے شارحین مین کشمکش تھی میرزا غالب کی محترم شخصیت کی وجہ سے اُنکے کلام کو مہمل کہدینا بھی نامناسب معلوم ہوتا تھا اور بامعنی قرار دیا جانا بھی ناممکن نظر آتا تھا زمانہ حال مین بھوپال کی حمیدیہ لائبریری مین میرزا غالب کے کلام کا ایک قلمی نسخہ دستیاب ہوگیا جو دیوان مطبوعہ کے انتخاب سے قبل ہی بھوپال پہونچ چکا تھا۔ اِس مجموعہ مین وہ کلام بھی شامل ہی جسکو میرزا نے اپنے احباب کے مشورے سے اپنی جوہر آفریں طبع کی ملکیت سے خارج کردیا تھا مگر ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری مرحوم کے میرزا پرست جوش نے ریاست سے کثیر رقم خرچ کراکر "نسخہ حمیدیہ" کے نام سے اس کلام کو بھی شایع کرادیا۔ مین نے مختلف رسائل مین "نسخہ حمیدیہ" سے منتخب کیے ہوئے کلام کو پڑھا ہے۔ میرزا نواز جماعت ڈاکٹر مرحوم کی اِس خدمت کو بہت ہی اہم قرار دیتی ہے اور مرحوم کا شکریہ اِن الفاظ مین ادا کیا جاتا ہی

"اور اس عظیم الشان ادبی اضافہ سے زبان کی محرومی کو مٹادیا"۔ مجھے حیرت ہو کہ اس جماعت کی نظر میں معلوم نہین کہ ادبی کامیابی اور ادبی محرومی کے کیا معنی ہین۔ بہر حال اِس مضمون کو مکمل کرنے کی غرض سے مین ناظرین کو تصدیعہ دیتا ہون کہ چند اشعار کو اور ملاحظہ فرمائین اور ادب اردو کی کامیابی یا محرومی پر کوئی نہ کوئی رائے قائم کرین۔ وہوہذا۔

نہ کہہ کہ طاقت رسوائی وصال نہیں — اگر یہی عرق فتنہ ہے مکرر کھینچ
دریا نشاط دعوت سیلاب ہو اسد — ساغر بہ بارگاہ دماغ رسیدہ کھینچ
آئینہ امتحان نذر تغافل۔ اسد — شش جہت اسباب ہو دہم توکل ہنوز
شکوہ درد و درد داغ ای بیوفا معذور رکھ — خونبہائے یک جہاں امید ہو تیرا خیال
دیر و حرم آئینۂ تکرار تمنا — واماندگی شوق تراشے ہیں پناہیں
طلسم ہستی دل آں سوئے ہجوم اشک — ہم ایک میکدہ دریا کے پار رکھتے ہیں
صد رنگ گل کترتا در پردہ قتل کرنا — تیغ ادا نہین ہے پابند بے نیامی
اگر آسودگی ہو مدعائے رنج بیتابی — نثار گردش پیمانۂ مے روزگار اپنا
سیر ملک حسن کر میخانہ ہا نذر خمار — چشم مست یار سے ہو گردن مینا پہ باج
تمثال گداز آئینہ ہے عبرت بینش — نظارہ تحیر چمنستان بقا ہیچ
سادہ و پرکار تر غافل و ہوشیار تر — مانگے ہے شمشاد سے شانۂ سنبل ہنوز
خوں در جگر نہفتہ بہ زردی رسیدہ ہون — خود آشیان طائر رنگ پریدہ ہوں
ہوں گرمی نشاط تصور سے نغمہ سنج — مین عندلیب گلشن ناآفریدہ ہوں
ہین چشم واکشادہ و گلشن نظر فریب — لیکن عبث کہ شبنم خورشید دیدہ ہوں

خواجہ حالی مرحوم کی چند شہادتین اور درج کیجاتی ہیں اوسکے بعد میرزا کے دوسرے قسم کے کلام کا انتخاب مختصر پیش کیا جائیگا۔

یادگار غالب صفحہ ۸۱ "بہرحال میرزا ایک مدت کے بعد اپنی بیراہ روی سے خبردار ہوئے اور استقامت طبع و سلامتی ذہن نے اُن کو راہ راست پر ڈالے بغیر نہ چھوڑا۔"

یادگار غالب صفحہ ۱۰۴ "میرزا کی طبیعت اِسی قسم کی واقع ہوئی تھی وہ عام روش پر چلنے سے ہمیشہ ناک چڑھاتے تھے...... عامیانہ خیالات اور محاورات سے جہانتک ہوسکتا تھا اجتناب کرتے تھے۔"

یادگار غالب صفحہ ۱۰۸ "اُنکی غزل مین زیادہ تر ایسے اچھوتے مضامین پائے جاتے ہیں جن کو اور شعرا کی فکر نے بالکل مس نہین کیا۔ اور معمولی مضامین ایسے طریقے میں ادا کیے گئے ہیں جو سب سے نرالا ہے۔ اور اُن میں ایسی نزاکتیں رکھی گئی ہین جن سے اکثر اساتذہ کا کلام خالی معلوم ہوتا ہے۔"

خواجہ کی رائے مین میرزا کا آخر الذکر کلام جو بیراہ روی چھوڑ کر لکھا گیا ہے میرزا کی شاعری کا مایۂ ناز ہے۔ وہ نزاکتوں کا مخزن ہے۔ عام خیالات و محاورات سے علیحدہ ہے۔ مضامین کے لحاظ سے اچھوتا ہے۔ میں میرزا کے اِس کلام کا "آسان کلام" کہہ کر تذکرہ کرونگا۔

مجھے افسوس ہے کہ آسان کلام مین عموماً وہ خوبیاں نہیں ہین جنکو خواجہ نے اپنے حُسن ظن سے میرزا کے کلام مین موجود فرض کرلیا ہے۔ میرزا کے کلام سے تخمیناً دوسو اشعار مین ایسے منتخب کرچکا ہون جنکی بندش اور تخیل عامیانہ ہے، مضامین پامال شدہ ہین، اور ندرت و جدت کا کہین پتہ تک نہیں ہے۔ بنظر اختصار اُن دوسو اشعار منتخبہ میں سے صرف چند اشعار منتخب کرکے قارئین کے ملاحظہ کیلیے پیش کیے جاتے ہین اور اپنی مختصر تنقید بھی اشعار کیساتھ شامل کردی ہے اگر یہ سلسلہ آیندہ کچھ اور طویل ہوگا تو کل اشعار بھی کسی نہ کسی موقع پر شرف ملاحظہ حاصل کرینگے۔

بغل میں غیر کی آج آپ سوئے ہیں کہیں ورنہ — سبب کیا خواب میں آکر تبسم ہائے پنہاں کا

تبسم ہائے پنہاں سے میرزا نے رقیب کی بغل میں سونے کو معلوم کرلیا۔ اِس جدت کو فن

شاعری کی بیداری کہیے یا بدخوابی۔ لیکن شعر مین کسی قسم کی بلندی نہیں ہی۔

آج واں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہون ہم　　عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لائینگے کیا

شعر... بہ لحاظ مضمون معمولی درجہ سے بھی گرا ہوا ہے عذر لانا۔ عذر آوردن کا ترجمہ ہی
جو ابھی اردو زبان میں رائج نہین ہی۔

ہر بُن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خون ناب　　حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہوا

قصہ حمزہ سے مراد مشہور داستان امیر حمزہ ہے جو ایک افسانہ ہے۔ شعر نہایت
عامیانہ ہے۔

ہے خبر گرم اُن کے آنے کی　　آج ہی گھر مین بوریا نہوا

عاشق کے واسطے بوریا نشینی مضائقہ نہیں رکھتی لیکن فرش زمین اس سے زیادہ موزوں
ہی۔ ہاں معشوق کے لیے چٹائی کی نشست اور اُسکے نہونے پر افسوس ضرور ایک جدت ہی

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہوا تھا　　اورون پہ ہی وہ ظلم کہ مجھپر نہوا تھا

میرزا صاحب نے معلوم نہین کس دل سے رقیب کی وکالت وحمایت کی ہے

پکڑے جاتے ہین فرشتو نکے لکھے پر ناحق　　آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

دوسرے مصرعہ میں ایسی شدید تعقید ہے جو کسی طرح قابل درگزر نہین ہی میرزا
صاحب کہنا یہ چاہتے ہین "آدمی کوئی ہمارا ابھی دم تحریر تھا"، لیکن اس بھی کو ردیف
کی خاطر کہاں پہونچا دیا۔

کافی ہے نشانی ترے چھلے کا نہ دینا　　خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

کسقدر عامیانہ تخیل ہے۔ اگر یہ شعر مبتذل نہیں ہے تو مبتذل کسے کہتے ہیں۔

مرے قدح میں ہی صہبای آتش پنہاں　　بروی سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

اردو زبان ابھی تک فارسی کے ایسے ترجمہ کو جذب کرنیکے لیے تیار نہیں ہی۔ لیکن
اسے چھوڑیے یہ میرزا کے خصوصیات سے ہے میرزا نے محض آتش پنہاں کی خاطر سے سمندر کے

دل کا کباب بنا کر دسترخوان کو تو زینت دی مگر جو لوگ اردو زبان کا ذوق سلیم رکھتے ہین اُن کو بد مزہ کر دیا۔

مند گئیں کھولتے ہی کھولتے آنکھیں ہیہہ خوب وقت آئے تم اِس عاشق بیمار کے پاس

ایک شعر اسی مضمون کا میرزا صاحب پہلے لکھ چکے ہین بندش بہت سست ہی مضمون بینیہ ہی معلوم نہین میرزا خود کہہ رہے ہین یا کسی دوسرے کی زبان سے کہا ہے

حیراں ہوں دلکو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

تخیئل تو وہی ہے جو میر کے شعر میں ہی ؎

دلکو روؤں ویا جگر کو میر اپنی دونوں سے آشنائی ہے

لیکن میرزا نے شاید لفظ "پیٹوں" کے اضافہ سے شعر میں کوئی ندرت پیدا کی ہو۔

بھاگے تھے ہم بہت سو اُسی کی سزا ہی یہ ہو کر اسیر داتبے ہیں راہزن کے پانون

بظاہر شعر بہت پست ہی اور مضمون مبتذل ہی لیکن میرزا کی اُپج کا کیا ٹھیک ہے ممکن ہی راہزن سے بھی معشوق مراد ہو اور پاچپی کی خدمت لازمۂ عشق ہو۔

اللہ رے ذوق دشت نوردی کہ بعد مرگ ہلتے ہیں خود بخود مرے اندر کفن کے پاؤں

کفن کے اندر خود بخود پاؤں ہلنے کا کوئی ثبوت نہین دیا اور معمولاً خلاف واقعہ ہے ایک نہایت مبتذل شعر جو مشہور عام ہی معلوم نہیں کس نے کہا ہی ؎

مرنے کے بعد بھی نہ گئی بانکپن کی شان تختہ پہ بہر غسل لٹایا اکڑ گئے

شدت برودت سے اعصاب کا کھنچ جانا اور مردہ کا اکڑ جانا پھر بھی ممکن ہی لیکن میرزا نے جو کہا ہے وہ ناممکن محض ہی۔

واں پہونچکر جو غش آیا پئے ہم ہی ہمکو صد رہ آہنگ زمیں بوس قدم ہی ہمکو

پیہم کی جگہ پئے ہم باضافت جائز بھی ہو لیکن واجب نہیں تھا میرزا کی یہ ثقیل بندش سوائے اپچ اور ایجاد بندہ....... کے اور کوئی معنی نہیں رکھتی ہی۔

تم جانو تمکو غیر سے جو رسم وراہ ہو　　مجھکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

میرزا نے عاشقانہ مشرب مین جس رواداری کے اصول کی تلقین کی ہے دنیائی عاشقی مین اس سے پہلے اس کا وجود نہ تھا۔ اس جذبہ رواداری کو اپج کہنا چاہیے اور میرزا کو مصور جذبات۔

حاصل سے ہاتھ دہو بیٹھ۔ اے آرزو خرامی　　دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

آرزو خرامی کی ترکیب اور مضمون کا ابتذال دونون مکروہ ہیں۔ حاصل سے مراد لگان ہے نادار کاشتکار کو ڈوبی ہوئی اسامی کہتے ہیں جس سے لگان ملنے کی کوئی اُمید نہین ہوتی لیکن اس زمینداری و کاشتکاری کی تخئیل کو غزل اردو میں جگہ دینا غالباً میرزا نواز جماعت ایک اضافہ (اضافہ لگان) سمجھی ہوگی۔

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہائے ہائے　　کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
کیوں مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال　　دشمنی اپنی تھی میری دوست داری ہائے ہائے

"ہائے ہائے" کو ان دو شعروں میں بلکہ ساری غزل میں دیکھیئے کسقدر لطف دے رہا ہے اسکے سوا شعروں میں اور کچھ نہیں ہے۔

پینس میں گزرتے ہیں وہ کوچہ سے جو میرے　　کندھا بھی کہاروں کو بدلنے نہیں دیتے

شعر بلحاظ عوام پسندی مزید تعریف سے مستغنی ہے۔

مجھے اُس سے کیا توقع بہ زمانۂ جوانی　　کبھی کودکی میں جس نے نہ سُنی مری کہانی
یونہین دکھ کسی کو دینا نہیں خوب۔ ورنہ کہتا　　کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

دونوں شعروں میں اسقدر سادگی ہے کہ اگر میرزا ان شعرون کو قادرنامہ میں شامل کردیتے تو موزوں تھا۔

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آوے　　جاں کالبد صورت دیوار میں آوے
سایہ کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر　　تو اس قد دلکش سے جو گلزار میں آوے

اُس چشم فسوں گر کا اگر پائے اشارہ	طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آوے
غارت گر ناموس نہو گر ہوس زر	کیوں شاہد گل باغ سے بازار میں آوے

گفتگو کرنے کے بجائے گفتار میں آنا نظم فرما کر میرزا ایک عطیہ زبان اردو کو دینا چاہتے ہیں لیکن زبان اردو نے آجتک بھی اِس عطیہ کو قبول و منظور نہیں کیا ہے۔ میرزا پرست ہر اختراع کے مداح ہیں جو میرزا سے منور ہو۔ لیکن کسی مقلد میرزا نے بھی گفتار میں آنے کو رواج نہیں دیا۔ بہ لحاظ مضامین سب شعر اسقدر عام ہیں کہ ہر شاعر جو دل و دماغ پر زور نہ دینا چاہتا ہو ایسا ہی لکھتا ہے۔

حُسن مہ گرچہ بہ ہنگام کمال اچھا ہے	لیکن اُس سے مرا خورشید جمال اچھا ہے
ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیریں سے کیا	جس طرح کا کہ کسی میں ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا میں جو مل جائے تو دریا ہو جائے	کام اچھا ہے وہ جس کا کہ مآل اچھا ہے

بظاہر ان معمولی اشعار میں کوئی جدت اور اپچ نہیں ہے۔

صحبتِ رنداں سے واجب ہے حذر	جائے مے اپنے کو کھینچا چاہیے
چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل	بارے اب اِس سے بھی سمجھا چاہیے
دوستی کا پردہ ہے بیگانگی	مُنھ چھپانا ہم سے چھوڑا چاہیے

ہر شعر کے دوسرے مصرعہ کی بندش نہایت بھدّی ہے۔ میرزا کی جدت طراز طبیعت نے اگر ان شعروں میں کوئی گلکاری کی بھی ہو تو ظاہر بیں نگاہیں اُسکو ہرگز نہیں دیکھ سکتی ہیں

اِس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہیں تو کیا	ہاتھ آئیں تو اُنھیں ہاتھ لگائے نہ بنے

شعر میں فحش کی جھلک موجود ہے اور قلق لکھنوی کا سا شعر معلوم ہوتا ہے۔

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اُٹھائے نہ اُٹھے	کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

دونو مصرعے برابر کے ہیں لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کونسا بوجھ سر سے گرا ہے اور کیا کام درپیش ہے خیر مضمون کچھ ہو یا نہو۔ لیکن شعر کانوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔

اسد خوشی سے مرے ہاتھ پاؤں پھول گئے — کہا جو اُس نے ذرا میرا پاؤں داب تو دے

ابھی میں راہزن کے پاؤں دابنے پر میرزا صاحب کو ٹوک چکا ہوں معلوم نہیں میرزا منشی کے خلاف پاؤں دابنے کی مبتذل تخئیل کی طرف میرزا کو اتنی زیادہ توجہ کیوں ہے۔

کیوں بوتے ہیں باغبان تو بنیے — گر باغ گدائے مے نہیں ہے

شادی سے گزر کہ غم نہوئے — اُردی جو نہو تو دے نہیں ہے

ابن مریم ہوا کرے کوئی — میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر — دل میں ایسے کے جا کرے کوئی

کیا ان اشعار میں کوئی لطافت شعری ہے۔ کیا خواجہ نے جس اُپج کو میرزا کے کلام کی خصوصیت قرار دیا ہے اُسکا ان اشعار میں کہیں پتہ ہے۔

قارئین کرام۔ ذوق اور غالب کے کلام کے مختلف نمونے آپ ملاحظہ فرما چکے موقع بموقع میں نے دونوں کے کلام میں مقابلہ کر کے دونوں کے تخئیل کے فرق کو بھی نمایاں کر دیا ہے اب اِس سوال کا فیصلہ کہ اُن محترم شخصیتوں سے غزل اردو کس حد تک فیضیاب ہوئی زیادہ دشوار نہیں ہے میر اور سودا کی تعمیر میں بہت کچھ نقش و نگار باقی رہ گئے تھے جنکی تکمیل اُنکی وفات کے بعد ہوئی اِس آخر الذکر تکمیل میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ حضرت ذوق مرحوم نے لیا ہے۔ اُنھوں نے زبان کی صفائی میں حد سے زیادہ کوشش کی۔ مضامین کی کثرت و ندرت سے زبان اردو کو ایک سرمایہ دار زبان بنا دیا۔ فارسی ترکیبوں کو نہایت سلیقہ سے زبان اردو میں منتقل کیا اور جو کچھ کیا وہ خاص و عام میں مقبول ہو گیا۔ ذوق کے بعد بھی ان کے متلذین نے اِس کوشش کو جاری رکھا۔ فصیح الملک داغ مرحوم کے مساعی بھی غزل اردو کے واسطے بہت کچھ قابل فخر ہیں اسلیے یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ حضرت ذوق مرحوم کے فیوض غیر فانی ہیں اور اردو شاعری خاقانی ہند کے احسانات سے آج بھی منکر نہیں ہو سکتی

میرزا غالب مرحوم کی بابت مین نے دعویٰ کیا تھا کہ اُنھوں نے اردو غزل کی شاعری کو نہایت بیدلی سے انجام دیا ہے۔ حالی ضرور تونکی وجہ سے مجبوراً اُنھوں نے اردو شعرا کی فہرست میں شامل ہونا پسند فرمایا تھا۔ اِس دعوے کو مین نے بہترین دلائل اور براہین سے ثابت کیا ہی جو بظاہر ناقابل تردید ہیں۔ میرزا کے مشکل کلام پر مین نے خود تنقید نہیں کی ہی لیکن معتبر اور متواتر شہادتوں سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ کلام زبان اردو کے واسطے باعث عار ہی۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہی کہ مشکل گوئی میں کم سے کم میرزا وحید اور فرید تھے اور موجد و مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ یہ بھی صحیح نہیں ہی۔ میرزا کے زمانہ مین عبد اللہ خاں اَوج اور مومن خاں مومن موجود تھے ان کی طبیعت بھی مشکل پسند واقع ہوئی تھی یہ حضرات بھی فارسی ترکیبون سے اور کبھی کبھی بندش کی پیچیدگیوں سے اپنے شعر کو معنی سے بعید کر دیتے تھے۔ میرزا کے سہل کلام مین اگرچہ اشعار جدت وندرت کے حامل ہیں تو اس سے زیادہ تعداد میں ایسے اشعار بھی موجود ہیں جو نہایت پست ہین جن کو آپ گزشتہ اوراق مین پڑھ چکے ہیں۔ میرزا کے کلام مین تنافر۔ تعقید۔ ضلع کا بھی دخل ہی لیکن میں نے اِس پر زور نہین دیا ہے اگر آپ اِسے تفصیل سے دیکھنا چاہتے ہین تو طبا طبائی کی شرح دیوان غالب پڑھیے۔ بعض میرزا پرستون کا خیال ہی کہ جب تک باشوکت الفاظ شعر مین جمع نہ کیے جائین شعر بلند درجہ حاصل نہین کر سکتا لیکن اُن حضرات کو چاہیے کہ صفی لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی شاعری کو دیکھین کہ آسان الفاظ سے شعر اور مضمون شعر کس طرح بلند کیا جاتا ہے۔ زبان اردو میر کے زمانے میں جن منزلون کو طے کر چکی تھی ذوق مرحوم نے اُس سے آگے کا راستہ صاف کیا تاکہ زبان اردو آئندہ مدارج کو طے کر کے اعلےٰ کمال پر پہونچ جائے۔ میرزا غالب نے اردو زبان کی طرز رفتار کو بہ نظر حقارت دیکھا اور موجودہ راستہ مین جھیل جھانکڑ ڈالکر اُسکو بند کرنا چاہا اور عنقریب اردو کے لیے ایک دوسرا راستہ تجویز کیا اگر زبان اردو اِس نئے راستہ پر چلنا شروع کر دیتی تو وہیں واپس پہونچ جاتی جہاں سے میر اور سودا کی رہنمائی میں ابتدا اً چلنا شروع کیا تھا۔ مجھے میرزا مرحوم سے کوئی ذاتی عداوت

نہیں ہے میں نے جو کچھ گزارش کیا ہے وہ میری آزادرائے ہے۔ ممکن ہے کہ میرزا نواز جماعت میرے اِس اظہار رائے کو بہت زیادہ ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھے لیکن مجھے یقین ہے کہ جن لوگوں کو زبان اردو کے ساتھ سچی ہمدردی ہے وہ میری محنت کی قدر کرینگے اور میری راست گوئی کی عزت فرمائیں گے۔

قارئین کرام۔ مین آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میرزا نواز جماعت سے میں کونسی جماعت مراد لیتا ہوں اور وہ کن کن قسم کے اشخاص پر مشتمل ہے۔ اِس جماعت میں تین قسم کے لوگ شامل ہیں۔

قسم اول۔ یہ لوگ نہایت شریف النفس ہیں اور میرزا کی اردو شاعری کی حقیقت حال سے بخوبی واقف ہیں مگر حُسن عقیدت اور خلوص محبت کی وجہ سے میرزا کی شاعری کے تاریک پہلو پر پردہ ڈالنا چاہتے ہیں اور صرف اُنکے بہترین اشعار کو روشنی مین لانا چاہتے ہین یہ حضرات حق و صداقت سے زیادہ دور نہیں ہیں اِن میں سب سے زیادہ قابل الذکر خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم ہیں جو میرزا کی تائید تو کرتے ہیں لیکن اُنکی تقلید نہین کرتے مین ایسے لوگوں کو بھی قابل عزت جانتا ہوں اور اُنکا احترام کرتا ہوں۔ اِس قسم کے لوگونکی تعداد بوجہ وفات کے اب بہت کم ہے۔

قسم دوم۔ یہ حضرات میرزا کے شدید عقیدتمند ہیں اور میرزا کو اردو زبان کا بہترین شاعر سمجھتے ہین۔ لیکن زبان اردو کے ساتھ بھی سچی ہمدردی رکھتے ہیں۔ اس لیے میرزا کے مشکل کلام کو معانی کے زیور سے آراستہ دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ بجا طور پر اسکا داخلہ بزم اردو میں ہوسکے میرزا کی حمایت کے ساتھ ساتھ اُن کو موجودہ قواعد وضوابط زبان اردو سے بھی کافی ہمدردی ہے اور خلاف ورزی کو جائز نہیں سمجھتے ہیں اِسی وجہ سے میرزا کی لغزشوں کو تاویلات وتمثیلات سے حق بجانب ثابت کرنا چاہتے ہیں یہ اپنی کوشش مین کامیاب ہوں یا نہوں لیکن اِن کی ہمت قابل مبارک باد ہے۔ گو میں ان کی رائے سے متفق نہیں ہوں لیکن

ان کے مساعی زبان اردو کے واسطے کسی طرح مضرت رساں نہیں ہیں اِس قسم میں مولانا محمود موہانی کی شخصیت بالخصوص قابل تذکرہ ہے۔

قسم سوم۔ یہ وہ اشخاص ہیں جنھوں نے یورپ میں یا ہندوستان میں علوم مغربی کی تحصیل کی ہے۔ اکثر نہایت متمول ہیں۔ اردو شاعری سے انھیں اصلی ذوق نہیں ہے لیکن شکسپیر اور گیٹے کی شاعری پر مفتون ہیں۔ اپنی وضع ولباس اورخورد و نوش کو انگریزی تہذیب کے حوالے کر چکے اب اردو شاعری کو مغربی شاعری پر نثار کرنا چاہتے ہیں حقیقت میں مشرق و مغرب کی شاعری میں بھی بعد المشرقین والمغربین ہے۔ یہ حضرات اپنے ارادہ میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ ان کی رائے میں میرزا غالب ہی ایسا شاعر ہے جو زبان اردو کے قواعد کی خلاف ورزیوں میں جری ہے اور صرف میرزا ہی میں شکسپیر بننے کی گنجایش ہے اسلیے یہ میرزا کو نبی اور اُسکے کلام اردو کو الہامی قرار دیتے ہیں یہ اپنی اکثریت اور دولت کی وجہ سے دنیائے شاعری کو مرعوب کر کے اپنا رنگ جمانا چاہتے ہیں۔ اکثر پریس اور رسائل ان کی ملکیت میں ہیں جو ملکیت میں نہیں ہیں وہ ان کے دست کرم سے مستفیض ہیں ایسی باقتدار شخصیتوں سے اختلاف کرنا اور کامیاب ہو جانا کچھ آسان نہیں ہے لیکن میں مایوس نہیں ہوں حق ہمیشہ باطل پر فتح پاتا ہے۔ یہ حضرات زبان اردو کو دوستی کے پردے میں نقصان پہونچا رہے ہیں میں ان لوگوں کا علمبردار ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب بجنوری مرحوم کو قرار دیتا ہوں اور بجنوری مرحوم کے خیالات پر کسی قدر وضاحت کے ساتھ بحث کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر موصوف کے جذبات عقیدت میرزا کے ساتھ نہایت راسخ ہیں مرحوم نے میرزا کے ایک شعر کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ میرزا اپنے دیوان اردو کو الہامی سمجھتے تھے۔

غالب اگر این فن سخن دین بودے　　آں دین را ایزدی کتاب این بودے

میرزا تو نہایت لطیف طرز میں یہ کہہ رہا ہے کہ فن سخن کو دین فرض کر لیں تو میرا دیوان

فارسی کتاب الہامی ہے۔ مگر ڈاکٹر بجنوری نے بغیر کسی شرط اور قید کے استعارتاً نہیں بلکہ حقیقتاً مقدس وید اور دیوان غالب (اردو) کو ہندوستان کی الہامی کتب قرار دیدیا۔

وید کی تقدیس اور الہامی تسلیم کو ہمارے مبحث سے کوئی تعلق نہیں ہے اسکا شکریہ آریہ سماجوں کو ادا کرنا چاہیے۔ میرزا نے اپنے کلام فارسی کو کتاب ایزدی کہکر اوسکی فوقیت مین مبالغہ کیا تھا لیکن ڈاکٹر مرحوم نے میرزا کے کلام اردو کو الہامی قرار دیکر میرزا کو پیغمبر سخن کہدیا۔ خدا بجنوری مرحوم کی لغزشون کو معاف فرمائے یہ اُنکا کہنا کوئی شاعرانہ تخئیل نہین ہے بلکہ غالب کے ساتھ جو اُنکیں حسن عقیدت تھا اُسکا لازمہ یہی تھا۔ ڈاکٹر مرحوم اگر میرزا کے کلام فارسی پر الہامی ہونیکا فتویٰ دیتے تو بھی غلط تھا لیکن غالب کی شاعرانہ تخئیل سے کچھ ملتا جلتا ضرور ہوتا۔ ڈاکٹر مرحوم نے میرزا کی تمام شاعرانہ لغزشون کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اُن کو حسن قرار دیا ہے ڈاکٹر بجنوری کہتے ہین "دیوان غالب مین ایسے اشعار بھی ہیں جن کا مفہوم پانے سے ذہن مطلقاً قاصر ہے تخئیل عرصۂ امکان میں ہر جانب پرواز کے بعد مجبوراً واپس آجاتا ہے گویا ایک دائرہ ہے جس سے گریز ناممکن ہے بہت سے نقاد اسکو کیف شراب پر محمول کرتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ گیٹے کے اعلیٰ ترین کلام پر بھی اعتراض ہر جانب سے کیا گیا تھا۔ ایکدن ایکرمان نے دریافت کیا کہ اس اشکال کا کیا باعث ہے گیٹے نے جواب دیا یہی تاریکی تو ہے جسپر لوگ فریفتہ ہیں۔ لوگ ان مقامات پر لاینحل مسائل کی مثال پر غور کرتے ہین اور اپنی ناکامیابی سے نہیں اُکتاتے۔ انسانی طلب کی انتہا تحیر ہے اگر کسی فعل سے حیرت پیدا ہو تو وہ کمال فن ہے اور اس بات پر اصرار نہ کرنا چاہیے کہ اسکے پس پشت کیا ہے۔ لیکن بچے جب آئینہ میں اپنا عکس دیکھکر حیران ہوتے ہیں تو نادانی سے پشت آئینہ کو بھی دیکھنے لگتے ہیں"

ڈاکٹر بجنوری دوسرے موقع پر فرماتے ہین "میرزا غالب نے بعض اوقات قواعد کے خلاف زبان لکھی ہے اسکے متعلق سید فضل الحسن حسرت اور علی حیدر طباطبائی نے چند مناسب اور

معقول اعتراضات کیے ہیں لیکن واقعہ یہ ہی کہ قواعد منطق کا خارجی پہلو ہی اور شاعری منطق سے
آزاد ہی علم القواعد کا کام تقریر و تحریر میں صحت پیدا کرنا ہی کلام مین لطافت پیدا کرنا نہیں اسلیے
بعض اوقات شاعر کو اپنے جذبات کے کامل اظہار کے لیے قیود سے آزادی حاصل کرنا ضروری ہی
ڈاکٹر موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں "کبھی کبھی ایک ایسا پیغمبر سخن دنیا مین آتا ہی جو نظریات
اور قواعد زبان سے آزاد اور صرف روح القدس کا ترجمان ہوتا ہے۔ شکسپیر اور غالب کا کام قواعد
زبان کی پابندی نہیں ہی یہ قواعد زبان کا کام ہی کہ اُن کی پابندی کرے یا اُنکی خاطر سے
اپنے درسیات مین خاص ضمیمہ جات کا اضافہ کرے" ڈاکٹر بجنوری مرحوم کی راے میں میرزا
غالب نبی تھا اور اُسکے کلام کا اہمال۔ الہام تھا (اہمال کو الہام سے اگر کوئی اور نسبت نہیں
ہی تو کم سے کم اُلٹ پھیر کر حروف تو واحد ہیں) اور دیوان غالب (اردو) مع نسخہ حمیدیہ کتاب آسمانی
منزل من اللہ تھا (معاذ اللہ) ڈاکٹر بجنوری کو جو واہمہ پیدا ہوا ہی اسی قسم کا ایک وسوسہ ابو طیب
بن حسین کوفی عرب کے ایک مشہور شاعر کو پیدا ہو گیا تھا یعنے اُسکا خیال تھا کہ وہ جو کچھ کہتا ہی
ایک الہام الٰہی ہی اور ابو طیب دنیائے شاعری کا نبی ہی۔ لیکن اہل بصیرت نے اِس ادعائے
باطل میں اسکی ہمنوائی نہیں کی اور آج تک وہ تمام دنیا میں متنبی (دبنا ہوا نبی یا جھوٹا نبی)
کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ افسوس ہے ڈاکٹر بجنوری کے ہم خیالوں نے غالب کے نبی ماننے مین
ذرا بھی پس و پیش نہیں کیا بلکہ بغیر سوچے سمجھے بجنوری صاحب کی آواز پر لبیک کہا۔ باوینہمہ بھی
ڈاکٹر بجنوری کا طریقہ استدلال نہایت نادر ہی اُنکی راے میں میرزا کا بے معنی یا مجہول المعنی
کلام بھی معجزہ نبوت ہی (معاذ اللہ) قواعد زبان اردو کی خلاف ورزی بھی میرزا جیسے
مہتم بالشان نبی (معاذ اللہ) کے واسطے لازمی تھی۔ میرزا روح القدس کا ترجمان ہی اور اُسکے
کلام کے لحاظ سے قواعد زبان میں ترمیم ہونا چاہیے۔ ڈاکٹر مرحوم کے اِن استدلالات پر مولانا
نجو د بھی غور فرمائیں اگر اُنکی راے میں ڈاکٹر صحیح کہتا ہی تو میرزا کے کلام کو با معنی اور باقاعدہ
ثابت کرنے کی مساعی کوہ کندن وکاہ بر آوردن ہیں۔ اور یہ احتمال بھی ہے کہ اگر میرزا کے

کلام پر سے الزام ہٹ گیا تو اُنکا کلام الہام کے درجہ سے گر جائیگا (معاذ اللہ) فی الحقیقت ڈاکٹر بجنوری مرحوم نے نہایت آسان طریقہ سے تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا جو میرزا کے کلام پر وارد کیے جاتے تھے اور میرزا کو مرتبۂ نبوت مفت میں حاصل ہو گیا۔

قارئین کرام۔ آپ کا تعارف میرزا نواز جماعت سے ہو گیا۔ اِس جماعت کی جدوجہد نے نثر اردو پر بھی زبردست اثر کیا ہے اور عجب نہیں کہ وہ بھی الہام (اہمال) کا درجہ حاصل کر لے۔ الناظر نومبر و دسمبر ۱۹۲۵ء میں ایک مضمون "گلابی اردو" شایع ہوا ہے۔ فاضل نامہ نگار نے اپنے نام کو اشارۃً میں ظاہر فرمایا ہے لیکن ع۔ ہم سمجھ لیتے ہیں مضموں خط کا عنوان دیکھ کر

اِس مضموں میں نثر اردو کے چند نمونے پیش کیے ہیں شایقین خود الناظر میں مضمون کو پڑھیں بنظر طوالت اِن اوراق میں اُسکے نقل کرنیکی گنجایش نہیں ہے۔ غالباً اُس مضمون کو پڑھ لینے کے بعد اِس نتیجہ پر پہونچ جانا آسان ہوگا کہ اب اردو نثر کو بھی عام فہم معانی سے عار و ننگ ہے اور اگر یہ سلسلہ بغیر روک ٹوک کے جاری رہا تو کوئی شک نہیں ہے کہ زبان اردو کی حالت بد سے بدتر ہو جائیگی۔ اُس مضمون میں۔ ارتعاش ملتجی اور لرزہ مسترحم۔ تراکیب جدیدہ کو ملاحظہ فرمائینگے جو موجودہ انشاپردازوں کی خود روی اور ایجاد و اجتہاد کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔

اِن حالات کو دیکھتے ہوئے ایک خادم زبان اردو کا فرض تھا کہ وہ عام شایقین کو اُن خطرات سے آگاہ کرے جو زبان اردو کی ترقی میں سدِّ راہ ہیں ورنہ میرزا غالب کو دنیائے شاعری سے رخصت ہوئے ۷۵ برس ہو چکے مرحوم کے کلام پر آج اسقدر سخت تبصرہ کی ضرورت نہیں تھی۔ قارئین کرام۔ میں اپنے دعوے کا اعادہ کرتے ہوئے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور فیصلہ آپکی رائے پر چھوڑتا ہوں "ذوق مرحوم میر علیہ الرحمۃ کے بعد اردو غزل کا سب سے زیادہ کامیاب شاعر تھا"

آسی بدایونی

حضرت امیر بدایونی کی دو کتابیں

اسلام بجواب ترک اسلام

عبد الغفور دھرم پال جی برہمچاری نے اپنی کتاب "ترک اسلام" میں قرآنی تعلیم پر جو اعتراضات وارد کیے تھے، قاضی غلام امیر صاحب نے مہذب پیرایہ میں قانون فطرت اور کتب وید دونوں کی رو سے انکا مدلل اور مفصل جواب اس نام سے شایع کیا ہے۔ ان اعتراضات کی تردید کے ساتھ ہی ہندو قوانین مذہب کے نا قابل عمل ہونے، گوشت خوری کے جواز، قیامت، بہشت، دوزخ، فرشتے، اور معجزات پر تحقیقی اور پر از معلومات بحث کی ہے، اور نہایت خوبی کے ساتھ تعلیم قرآنی کی افضلیت کا مسکت ثبوت پیش کیا ہے۔ قاضی صاحب نے یہ نادر رسالہ لکھ کر محض ترک اسلام کی تردید ہی نہیں کی ہے بلکہ مسلمانوں کے لیے آریہ سماجی مذہب سے ضروری واقفیت کا ذخیرہ بھی بہم پہونچا دیا ہے۔ قیمت ۱۲ار

ریویو

اس کتاب میں قاضی صاحب نے آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند جی مہاراج کی سوانحمری معہ اپنی فلسفیانہ تنقید کے عوام کی واقفیت کے لیے شایع کی ہے اور مدلل طور پر ثابت کیا ہے کہ نہ سوامی جی نے توحید کا صحیح خیال پیش کیا، نہ ہندوؤں کو چھوت چھات اور ذات پات کی قیود سے آزاد کیا، نہ انکی وید کی تفسیر کوئی اہمیت رکھتی ہے، نہ انکا سماج عرصہ تک قائم رہنے والا ہے، اور نہ خود انھوں نے سنیاس کے سچے اصولوں کی پابندی کی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سوامی جی خود مہارشی نہیں بن بیٹھے بلکہ ایک تعلیم یافتہ گروہ نے ہندومت کو قابل اصلاح دیکھ کر دیانند مہراج کو مہارشی کی منزلت پر پہونچا دیا اور اپنے اصلاحی اغراض کے لیے انکو آلہ کار بنایا۔

یہ کتاب ہر حیثیت سے سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہے۔ قیمت عمر

ملنے کا پتہ

الناظر بک ایجنسی۔ لکھنؤ

اساتذۂ اُردو

دیوان ولی - اُردو ریختہ کے باباآدم ولی دکنی کا دیوان پہلی بار پروفیسر حمید ابراہیم سالانی نے شایع کیا ہے - قیمت ۸ر

کلیات میر - میر تقی میر کا ہر صنف کا کلام قیمت ۸ر **کلیات سودا** - مرزا رفیع سودا کا ہر صنف کا کلام قیمت ۸ر

انتخاب میر - میر کے بہترین اشعار مع اُنکے حالاتِ زندگی و خصوصیات شاعری مرتبہ مولوی نورالرحمن بی اے قیمت عہ

دیوان درد - خواجہ میر درد دہلوی کا پُر اثر کلام قیمت ۸ر **کلیات مومن** - حکیم مومن خاں دہلوی کا ہر صنف کا کلام - ۸ر

قصائد مومن - بتصحیح و تحشیہ مولوی ضیاء احمد ضیا ایم اے جسکے مقدمہ میں مومن کے سوانح و خصوصیات شاعری کا بیان ہے قیمت ۱۲ار

دیوان ذوق - مولوی محمد حسین آزاد نے اپنے اُستاد کی خصوصیات کلام کو نمایاں کرنے کے لیے اپنا کمال انشاپردازی صرف کیا اور بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جنسے ذوق کی شاعری سے لطف اندوز ہونے میں بہت مدد ملیگی قیمت عار

دیوان ذوق - شیخ محمد ابراہیم ذوق دہلوی کا کلام قیمت ۱۲ار **دیوان مہر** - حاتم علی مہر کا کلام - قیمت ۸ر

قصائد ذوق (مع فرہنگ) مرتبہ ڈاکٹر محمد سلیمان جج ہائیکورٹ الہ آباد غزلیات کے سوا باقی کل کلام ہے - قیمت ۸ر

انتخاب غزلیات ذوق - مرتبہ ڈاکٹر محمد سلیمان جج ہائیکورٹ الہ آباد - قیمت ۸ر

دیوان غالب - غالب کی مقبولیت کے باعث اُنکے دیوان کے حسب ذیل اڈیشن اور مختلف شرحیں بازار میں موجود ہیں:

دیوان (درسی) ۸ر دیوان مع نکات غالب فرہنگ ۸ر دیوان خورد غیر مجلد ۸ر دیوان خورد (دیگر) ۸ر

دیوان حبیبی مطبوعہ جرمنی للعہ دیوان حبیبی مطبوعہ ہند عہ

شرح دیوان غالب (نظم طباطبائی) زیر طبع - شرح دیوان (حسرت موہانی) عہ دیوان مع شرح تقطیع خورد عار

مطالب الغالب (سُہا - علیگ) عار شرح دیوان (عبدالباری آسی) عہ - مرآۃ الغالب (بیخود دہلوی) عہ

مکمل دیوان غالب - مروجہ دیوان جو مرزا غالب نے خود طبع کرایا تھا اُس میں سے بہت سا کلام خارج کر دیا تھا - بھوپال کے کتب خانہ میں غالب کے مکمل دیوان کا قلمی نسخہ ملا جو اب نسخۂ حمیدیہ کے نام سے شایع ہوا ہے - ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری مرحوم کلام غالب پر ایک بسیط تبصرہ اپنے رنگ میں لکھ رہے تھے جو اُنکی وفات کے باعث نامکمل رہگیا اور محاسن غالب کے نام سے علیحدہ چھپا ہے اس دیوان میں یہ بھی اور مفتی انوار الحق ایم اے ناظم تعلیمات بھوپال کا مقدمہ بھی ہے - قیمت صہ

کلیات آتش - خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی کا کلام (زیر طبع) **دیوان ناسخ** - شیخ امام بخش ناسخ کا کلام - قیمت ۸ر

دیوان شاہ تراب - شاہ تراب علی قلندر کاکوروی کا دیوان ریختہ و ہندی جو بادۂ تصوف و عرفان سے لبریز ہے - قیمت عہ

کلیات ظفر - بہادر شاہ تاجدار دہلی کے چار دواوین کا مجموعہ قیمت ۸ **دیوان شیفتہ** - نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا کلام (زیر طبع)

دیوان مجروح - میر مہدی مجروح شاگرد غالب کا کلام قیمت ۱۲؍ دیوان رند - نواب سید محمد خاں رند شاگرد آتش کا کلام ۱۰؍

کلیات نظیر - نظیر اکبرآبادی کا ہر صنف کا کلام - قیمت عہ؍ مظہر عشق - نواب ناب الدولہ قلق مصنف مثنوی طلسم الفت کا دیوان ۸؍

روح نظیر - محمود اکبرآبادی نے نظیر کی شاعری پر بسیط تبصرہ لکھا اور جدید طرز پر انکے بہترین کلام کو مرتب کیا ہے - قیمت ۸؍

منتخب العالم - منیر شکوہ آبادی کا پہلا دیوان قیمت ۸؍ تنویر الاشعار - منیر شکوہ آبادی کا دوسرا دیوان - قیمت عہ؍

نظم دل افروز - منشی امیر اللہ تسلیم کا پہلا دیوان ۱۲؍ دفتر خیال - امیر اللہ تسلیم کا تیسرا دیوان - قیمت عہ؍

مرأة الغیب - منشی امیر احمد امیر مینائی کا پہلا دیوان قیمت ۱۲؍ صنم خانۂ عشق - حضرت امیر مینائی کا دوسرا دیوان قیمت ۸؍

محامد خاتم النبیین - امیر مینائی کا نعتیہ کلام قیمت ۸؍ مینائے سخن - امیر مینائی کا مجموعۂ واسوخت قیمت عہ؍

آفتاب داغ - مرزا داغ دہلوی کا پہلا دیوان قیمت عہ؍ گلزار داغ - مرزا داغ کا دوسرا دیوان - قیمت ۱۲؍

مہتاب داغ (مع ضمیمہ) مرزا داغ کا تیسرا دیوان قیمت ۱۲؍ یادگار داغ - مرزا داغ کا چوتھا دیوان - قیمت ۸؍

مضمون ہائے دلکش - دیوان سوم میر ضامن علی جلال لکھنوی عہ؍ نظم نگاریں - دیوان چہارم جلال لکھنوی قیمت عہ؍

دیوان حالی - مع مقدمہ خواجہ الطاف حسین حالی کا دیوان جس سے مقدمۂ شعر و شاعری جدا کر دیا گیا ہے - قیمت ۸؍

مسدس حالی - وہ مشہور و مقبول عام قومی مسدس جسکے صدہا ایڈیشن شایع ہو چکے ہیں قیمت باختلاف کاغذ و لکھائی ۸؍ عہ؍ ۱۲؍ عہ؍ ۸؍ ۳؍

مجموعۂ نظم حالی - مولانا حالی کی متفرق نظمیں جو طبع دیوان کے بعد ایک مجموعہ کی صورت میں شایع ہوئیں - قیمت ۱۲؍

کلیات اکبر - لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کا حکیمانہ کلام جسکی ظرافت کی چاشنی نے بہت چمکا دیا ہے حصہ اول ۸؍ دوم ۱۲؍ سوم ۸؍

دیوان رنگین و انشا - دہلی کی بیگماتی زبان کا نمونہ جسکے آخر میں خود مصنف کی لکھی ہوئی فرہنگ ہے اور انشا کا دیوان ریختی ہے قیمت ۱۲؍

دیوان جان صاحب - لکھنؤ کی بیگماتی زبان کا نمونہ - شروع میں آغا حسن دہلوی کا دیباچہ بھی بیگمات کی زبان میں ہے قیمت ۸؍

مثنوی بدر منیر - میر حسن دہلوی کی لاجواب مثنوی - قیمت ۸؍ مثنوی گلزار نسیم - پنڈت دیا شنکر نسیم کی قابل دید مثنوی ۳؍

مثنوی زہر عشق مشہور و معروف مثنوی - قیمت ۸؍ حزن اختر - واجد علی شاہ کی درد انگیز مثنوی قیمت ۸؍

مراثی میر ضمیر - مرزا دبیر کے استاد میر مظفر حسین ضمیر کا کلام جنہوں نے سب سے پہلے موجودہ طرز میں مرثیے لکھے - قیمت ۱۲؍

مراثی میر انیس :- (ٹائپ) ۴ جلد للعہ؍ طبع اعلیٰ (مرتبہ مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی) جلد اول عہ؍ جلد دوم ۸؍

مراثی مرزا دبیر - (ٹائپ) ۲ جلد ۸؍ مراثی میر مونس - برادر خورد میر انیس مرحوم (۳ جلد) للعہ؍

مراثی میر عشق - ۲ جلد ۱۲؍ مراثی مرزا دلگیر ۳ جلد عہ؍

ملنے کا پتہ

مینجر الناظر بک ایجنسی - لکھنؤ

مولوی عزیز مرزا مرحوم
- خیالات عزیز
- ذکر ملک الورای

خواجہ عباد اللہ اختر
- صدیق اکبر
- حضرت زبیر ۶
- مشاہیر اسلام
- بغداد
- دمشق
- دیوان حافظ مع شرح

مفتی انوار الحق ایم اے
- تاریخ ابو البشر
- تذکرۃ الحبیب
- حقائق اسلام

میر ولی اللہ بی اے
- بندگی
- کاس الکرام
- لسان الغیب جلد اول
- 〃 〃 دوم
- 〃 〃 سوم
- 〃 〃 چہارم

سید راس مسعود بی اے
- انتخاب اردو
- جاپان کا تعلیمی نظم
- انتخاب زرین

مولانا حسرت موہانی
- شرح دیوان غالب
- کلیات دیوان حسرت

سید سجاد حیدر بی اے
- خیالستان
- ثالث بالخیر ۸
- زہرا ۱۳
- جلال الدین خوارزم شاہ

مسٹر ظفر عمر بی اے
- جو روزن کا کلب ۹
- نیلی چھتری
- بہرام کی گرفتاری
- مستقبل اسلام

پروفیسر فیروز الدین مراد
- تحفہ سائنس
- بادل کے نیچے
- خوننابہ عشق

حکیم احمد شجاع بی اے
- باپ کا گناہ
- حسن کی قیمت

منشی عبد المجید سالک بی اے
- راہ ورسم منزل‌ہا ۸
- چھپا دو گیارہ افسانے
- پیشرو (ٹیگور) ۱۲

منشی احمد علی بی اے
- تاریخ تمدن
- شباب لکھنو

مولوی عبد الماجد بی اے
- فلسفہ جذبات
- مکالمات برکلے
- پیام امن
- تصوف اسلام
- فلسفیانہ مضامین
- زود پشیمان

منشی محمد لطیف بی اے
- اکبر
- اورنگ زیب
- رنجیت سنگھ
- لارڈ کلایو

پروفیسر نواب علی ایم اے
- مناہج الدین
- تذکرۃ المصطفٰے
- صحف سماوی
- شمع سخن ۱۰

پروفیسر الیاس برنی ایم اے
- جذبات فطرت چار حصے
- معارف ملت
- مناظر قدرت
- علم المعیشت

مولوی سید سلیمان ندوی
- ارض القرآن
- سیرۃ عائشہ
- حیات امام مالک
- خلافت عثمانیہ و اسلام
- خلافت اور ہندوستان

مولوی عبد السلام ندوی
- اسوہ صحابہ ۲ جلد
- سیرۃ عمر بن عبد العزیز
- انقلاب الامم
- تاریخ الحرمین الشریفین
- حکمائے اسلام
- فطرت نسوانی
- شعر الہند ۲ جلد

مولوی عبد الباری ندوی
- مبادی علم انسانی
- برکلے کا فلسفہ

مولوی سعید انصاری
- سیر الصحابہ جلد اول
- سیر الانصار ۲ جلد
- سیر الصحابیات

مولوی عبد الرزاق ندوی
- اسوہ حسنہ
- کتاب الوسیلہ
- ٹرکی اور یورپ ۶

خواجہ حسن نظامی
- قرآن آسان قاعدہ
- میلاد نامہ
- محرم نامہ
- فاطمی دعوت اسلام
- ذکر غوث پاک ۱۲
- کرشن جیون
- شامی جہاد
- سیپارہ دل
- کم ٹو موت
- چٹکیاں اور گدگدیاں ۱۲
- اتالیق خطوط نویسی
- روزنامچہ
- بیوی کی تعلیم
- بیوی کی تربیت
- اولاد کی شادی
- جگ بیتی کہانیاں ۱۰
- آپ بیتی
- بچوں کی کہانیاں ۱۲
- سیر دہلی ۱۲
- سفرنامہ ممالک اسلامیہ
- غدر دہلی کے افسانے
- یزید نامہ
- طمانچہ بر رخسار یزید
- اردو دعائیں
- تسکین حساس
- روزنامچہ ہند ۱۲
- اسلام کا انجام ۶
- تسخیر مہر و قمر ۱۰

مولوی عبد الرشید الخیری
- الزہرا ۱۲
- صبح زندگی
- شام زندگی
- شب زندگی
- نوحہ زندگی
- دربار شہدا ۱۰
- منازل السائرہ
- سراب مغرب
- بنت الوقت ۸
- قطرات اشک
- جوہر قدامت
- عروس کربلا
- یاسمین شام
- تیغ کمال
- ماہ عجم
- محبت بوبہ خداوند
- مودودہ ۸

نیاز فتح پوری
- گہوارہ تمدن
- نگارستان
- صحابیات
- تاریخ الدولتین

یاس عظیم آبادی
- چراغ سخن
- نشتر یاس ۸

تاریخ اندلس و دیگر ممالک کے استقلال مسلمانوں کی شجاعت اور انگریزوں کی حکمت کا آئینہ از مرزا خانی خان قیمت ۱۲

ملنے کا پتہ۔ الناظر بک ایجنسی۔ لکھنو